وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

رسالہ

فضائلِ تجارت

از

عارف باللہ برکۃ العصر زبدۃ السلف حجۃ الخلف شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
قدس اللہ سرہٗ

جس میں
فضائلِ تجارت، اسباب معاش، کسبِ حلال کی اہمیت اور
حرام سے پرہیز کی ضرورت اور اکابر کے واقعات درج ہیں۔
نیز توکل وغیرہ پر مفصل کلام کیا ہے۔

ناشر: مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۵

فہرست فضائل تجارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد! چچا جان مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں اس ناپاک وناکارہ کے قلم سے فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں، اور میری ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مفید بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔

اللّٰھم لک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ اللّٰھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک

انہوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا تھا، ایک انفاق فی سبیل اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل انفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا اور فضائل صدقات کے نام سے شائع ہوا، لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکیدی حکم کے اب تک نہ لکھا جا سکا، وہ فرماتے ان کی شدت علالت کا تقاضہ جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا اور مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ نہ یہاں قیام کر سکتا تھا نہ وہاں اس لئے ہر ہفتہ دو تین دن سہارنپور گذارتا تھا اور دو تین دن دہلی جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے مقدمہ میں مختصراً لکھ بھی چکا ہوں۔ ان کے تاکیدی حکم کی وجہ سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی

میں شروع بھی کر دیا تھا اور ایک خاکہ بھی لکھ دیا تھا جس میں اپنے طرز کے موافق چند
ابواب، چند فصول اور خاتمہ میں چند قصص کا اجمال لکھ کر ان کی خدمت میں پیش بھی
کر دیا تھا مگر وہ اپنی علالت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حیات میں
سن لیں اور جو کوتاہی یا کمی ہو اس پر تنبیہ کر دیں تاکہ میں اس کے مطابق تکمیل کر سکوں
لیکن باوجود شدت علالت کی وجہ سے وہ خود تو نہ سن سکے۔ انہوں نے فرما دیا تھا کہ اس
مسودہ کو میرے دوستوں کی جماعت کو دیدو کہ وہ اپنے علمی مذاکرہ میں اس پر غور کر لیں اور
جو کمی زیادتی اس میں ہو اس پر متنبہ کر دیں، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہ خود سن لیتے تو
زیادہ اچھا تھا مگر ان کی شدید علالت اور میری مسلسل دہلی میں عدم حاضری کی وجہ سے
میں اس رسالہ کو چچا جان کو تو نہ سنا سکا ان کی تعمیل حکم میں ان کی جماعت کے افراد کو دے
دیا تھا اور ایک آدھ پھیرے میں میں نے ان سے مطالبہ اور تقاضا بھی کیا مگر وہ بھی اپنے
اپنے مشاغل اور چچا جان کی بیماری کی وجہ سے کہتے رہے کہ ابھی پورا نہیں ہو سکا اسی میں
چچا جان کا انتقال ہو گیا نور اللہ تعالیٰ مرقدہ و اعلی اللہ تعالیٰ مراتبہ۔ اور میں ناکارہ ابتداءً
اپنے مشاغل کی کثرت بالخصوص مظاہر علوم کے تعلیمی و انتظامی امور اور اپنے تالیفی
سلسلہ کے بالخصوص احادیث کی شروح وغیرہ میں جو کام کر رہا تھا اس میں اس حکم کی
تعمیل نہ کر سکا جس کا بہت افسوس ہے۔ اب مدینہ منورہ کے چند سالہ قیام میں مدرسہ
کی مشغولیت تو نہ رہی مگر اس کے بجائے امراض نے گھیر لیا اور پانچ چھ سال میں روز
افزوں امراض کا شکار رہا مگر جب چچا جان کے تاکیدی حکم کا خیال آتا ہے تو اپنی عدم
تعمیل پر بہت قلق ہوتا ہے چند ماہ سے بہت ہی امراض نے گھیر رکھا ہے۔ کوئی علمی کام
تو ہو نہیں سکتا بار بار اس رسالہ کی یاد ستاتی رہی کہ آج ۱۰ ذی الحجہ ۹۴ھ شب چہار
شنبہ میں مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کر دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب
جن کی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں۔ ان سے تقاضا
کیا ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کر دیں۔ مگر چچا جان کی توجہ سے تھوڑی
لکھوا دیا۔ اگرچہ اس وقت جو مضمون ذہن میں تھا وہ تو یاد رہا نہیں اور وہ مسودہ بھی

نہیں ملا اور چھپا ہاں۔ کے زمانہ کے علما بھی جا چکے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو پورا کرائے
تاکہ چھاپا جا سکے اور اعمال حسنہ میں یہ بھی داخل ہو جائے۔ میرا سابقہ مقدمہ تو باوجود تحقیق
کے نہ مل سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب کہاں ہے۔ اس لئے از سر نو اب بسم اللہ
کرائی اور تبرکاً ابتدا میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
نور اللہ مرقدہ کی بہشتی زیور کا ایک مضمون نقل کروا رہا ہوں جس کو حضرت نے
بہشتی زیور حصہ ۵ کے ضمیمہ میں کسب حلال کے عنوان سے درج فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلال مال طلب کرنے کا بیان،

(1) حدیث میں ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے بعد اور فرضوں کے، مطلب یہ ہے کہ
حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے بعد اور فرضوں کے۔ یعنی ان فرضوں کے بعد جو ارکانِ اسلام
ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ یعنی مال حلال کی طلب فرض تو ہے مگر اس فرض کا رتبہ
دوسرے فرضوں سے کم ہے جو کہ ارکانِ اسلام ہیں، اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو
مال کا ضروری خرچ کے لئے محتاج ہو خواہ اپنی ضرورت رفع کرنے کو یا اپنے اہل و عیال
کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے مثلاً صاحبِ جائداد
ہے یا اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا اس لئے کہ مال
کو حق تعالیٰ شانہ نے حاجتوں کے رفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ضروری حاجتیں
پوری کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو کیونکہ بغیر کھائے پئے عبادت نہیں ہو
سکتی۔ پس مال مقصود بالذات نہیں بلکہ مطلوب لغیرہ ہے۔ سو جب ضرورت کے قابل
میسر ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اس کو طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہئے۔ پس
جس کے پاس بقدر ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں، بلکہ مال کی حرص خدا تعالیٰ
سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے خوب سمجھ لو اور
اس بات کا لحاظ رہے کہ مال حلال میسر آوے، حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہیں
ہونی چاہئے اس لئے کہ وہ مال بے برکت ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص جو کہ حرام خور ہو دین و
دنیا میں ذلت اور خدا تعالیٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے اور بعض جاہلوں کا یہ خیال کہ آجکل
حلال مال کمانا غیر ممکن ہے۔ اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے سراسر غلط اور شیطانی دھوکہ

ہے۔ خوب یاد رکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے جس کی نیت حلال
کمانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت فرماتے ہیں
اور یہ امر مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن و حدیث میں تو جابجا یہ وعدہ آیا ہے۔ اس
نازک زمانہ میں جن خدا کے بندوں نے حرام اور شبہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا
ہے ان کو حق تعالیٰ شانہ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں
سے زیادہ راحت و عزت سے رہتے ہیں جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ
اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے۔ اور جابجا قرآن و حدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ
ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کر سکتا اور اگر کسی معتبر کتاب میں ایسی باتیں نظر
سے گذریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے۔ پس جب وہ مضمون
دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری تسلی
ہو جائے گی اور ایسی بیہودہ باتوں کا وسوسہ دل سے نکل جائیگا خوب سمجھ لو۔ لوگ
مال کے باب میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں۔ ناجائز نوکریاں کرتے ہیں دوسروں کی حق
تلفی کرتے ہیں یہ سب حرام ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی
کمی نہیں جس قدر تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہیگا پھر بدنیتی کرنا۔ اور دوزخ
میں جانے کی تیاری کرنا کونسی عقل کی بات ہے چونکہ لوگوں کو مال حلال کی طرف
توجہ بہت کم ہے اس لئے بار بار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔ دنیا میں اصل مقصود
انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں لہٰذا
اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو۔ اور کھانا پینا اس لئے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے خدا
کا کام لے سکے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ شب و روز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ
میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے۔ بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ دنیا میں
فقط کھانے پینے اور لذتیں اڑانے کیلئے آئے ہیں سخت بیوقوفی کی بات ہے اللہ تعالیٰ
جہالت کا ناس کرے کیسی بُری بلا ہے۔

(۴) حدیث میں ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نے

نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھوں کے عمل سے ہو اور بیشک خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے۔ مثلاً کوئی پیشہ کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ وغیرہ خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہئے۔ اور پیشے کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ جب اس قسم کے کام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرو ان حضرات سے بڑھکر ہے بلکہ کسی کی ان حضرات کے برابر بھی نہیں۔ ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ خوب سمجھ لو۔ اور جہالت سے بچو۔ اور بعضے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مال حلال ہو مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو بلکہ میراث میں ملا ہو اور کسی حلال ذریعے سے میسر آیا ہو تو خواہ مخواہ اپنے کمانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے۔ بلکہ ایسے شخص کے لئے عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فارغ البال کیا تو بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جاوے بلکہ مال حلال تو جس طرح سے میسر آوے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اٹھانی پڑے وہ سب عمدہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کی بڑی قدر کرنی چاہئے۔ اور انتظام سے خرچ کرنا چاہئے فضول نہ اڑانا چاہئے۔ اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیک نہ مانگیں جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو۔ اور پیشے کو حقیر نہ سمجھے اور حلال مال طلب کرے۔ کمائی کو عیب نہ سمجھیں سو اس وجہ سے یہ مضمون مبالغے کے طور پر بیان فرمایا گیا تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھائیں اور کھلائیں اور خیرات کریں حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں بلکہ بعض مال اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھکر ہوتا ہے اور بعضے ناواقف بیچارے خاص ان خدا پرست متوکلوں پر طعن کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث

پیش کرتے ہیں جو مذکور ہوئی کہ ان کو اپنے سامنے سے کمانا چاہیے۔ بعض توکل پیشہ اولیاء
نذرانوں سے گذر کرنا اچھا نہیں۔ یہ ان کی سخت نادانی ہے اور یہ اعتراض جناب رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے ڈرنا چاہیے۔ سخت اندیشہ ہے کہ ان بزرگوں
کی بے ادبی اور ان پر طعن سے دارین میں بلا نازل ہو اور طعن کرنے والوں کو ہلاک
کر دے بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جاتے رہنے اور بُرا خاتمہ ہونے کا اندیشہ
ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے نابود کر دے جس دن بزرگوں پر اعتراض
کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن اور حدیث میں غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کے لئے تامل کیا جاوے کہ جس شخص
میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کے لئے توکل کرنا کمانے سے بہت افضل ہے اور یہ
اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود
متوکل تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے وہ اس کمائی سے بہت بہتر ہے اور اس
میں خاص برکت اور خاص نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے اور بصیرت
اور فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے اور اس کی تفصیل
بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا چونکہ یہ مختصر رسالہ ہے اس لئے طوالت کی گنجائش
نہیں۔ اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر غلط ہے جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی
کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم رہا اور دوسرا اُلٹے کو اس پر طعن
کر دیا بھلا حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے جبکہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو۔ اور علاوہ
فوائد مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں اور وہ متوکلین
جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بقدر ان کے ضروری خرچ پورا
ہونے کے فرض ہے۔ سو اپنا حق نذرانہ سے لینا کیوں بُرا سمجھا گیا جبکہ غیر متوکلین کل
اپنے حقوق مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں حالانکہ متوکلین تو بہت تہذیب
اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں۔ اور نذرانہ قبول کرتے ہیں
جبکہ ذلت نہ ہو۔ اور استغنا اور بے پروائی سے لیا جاوے خصوصاً جبکہ اس کے واپس

لینے میں دینے والے کی سخت دل شکنی ہو تو کیا ہر جگہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے
حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر ہوتی
ہے مگر ان کی نیت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے مخلوق کی طرف نگاہ نہیں
ہوتی اور جو طمع رکھے مخلوق سے اور نگاہ کرے ان کے مال پر وہ دغا باز ہے وہ ہمارے
اس کلام سے خارج ہے۔ ہم نے تو سچے توکل والے کی حالت بیان کی ہے۔ کسی کو حقیر سمجھنا
خصوصاً خاصان خدا کو بڑا سخت گناہ ہے اور ان حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ
نفع ہے کہ برا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی۔ تباہی تو ان کی ہے
جو برا کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت ہر شخص
کو شریعت نے نہیں دی ہے اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کو پورا کرنا بہت دشوار
ہے۔ اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں۔ اور بہت
اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے
بہت عمدہ تحریر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دے آمین۔

(۳) حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ طیب ہے۔ یعنی کمالات کے ساتھ موصوف اور
تمام عیبوں سے پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو۔ یعنی اللہ تعالیٰ طیب مال ؛
یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے۔ حرام مال وہاں مقبول نہیں۔ بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے
کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم کیا
مومنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین یعنی رسولوں کو۔ پس فرمایا اے رسولو
کھاؤ پاک چیزیں یعنی حلال، اور عمل کرو اچھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان
والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں پھر ذکر فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کا جو لمبا سفر کرتا ہے۔ حج کرنے، علم طلب کرنے وغیرہ
کو اس حال میں کہ پراگندہ حال اور گرد آلودہ ہوتا ہے۔ سفر کی مشقت سے اور ہاتھ ؛
بڑھاتا ہے۔ آسمان کی طرف اور کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار
یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کر مقصود عطا کر دے، حالانکہ اس کا

کھانا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے۔ اور اس کا لباس حرام ہے یعنی خورد و نوش،
اور لباس مال حرام سے حاصل کرتا ہے اور پالا گیا مال حرام سے یعنی مال حرام سے گذر کرتا ہے
اسی سے پرورش پاتا ہے۔ ہاں جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مال حرام سے پرورش
کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنی خورد و نوش اور لباس میں
صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ فقط والدین پر ہے
پس کیونکر قبول کی جائے گی۔ وہ دعا اس کے لئے یعنی با وجود واقعی مشغولی کے مال حرام
کے استعمال کی وجہ سے ہرگز دعا مقبول نہ ہوگی اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہو گیا تو وہ
دعا کے سبب نہیں بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے
ہو جاتے ہیں اور دعا کے مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں
اور اس رحمت کی وجہ سے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمائیں اور اس طلب پر ثواب عنایت
سو یہ بات اسی کو میسر ہوتی ہے جو شریعت کا پابند ہے اور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے
یہاں سے معلوم ہوا کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر ہے،
اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اعضاء عقل کی تابعداری کرتے ہیں۔
حضرت سیدنا مولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ایک بہت بڑے صوفی سے
یعنی حضرت سہیلؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے۔ اعضاء اس کی عقل کی اطاعت
چھوڑ دیتے ہیں یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ مگر یہ
بات انہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں۔ ورنہ جن کا دل
سیاہ ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذت اڑاتے ہیں
اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ قلب کے حس اور دل کی بینائی اور بصیرت
کو قائم رکھے آمین۔

(۷) حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت
امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے ایک درہم مشتبہ مال کا لوٹا دینا جو مجھے
خواہ ہدیہ کے ذریعہ ملا اور کسی طرح زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے بیا

سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے۔ افسوس کہ لوگ صریح حرام بھی نہیں چھوڑ
روپیہ پیسہ کھینچ کھینچ لیتے۔ اور حضرات بزرگان دین مشتبہ مال کو اسقدر برا سمجھتے تھے حرام
مال سے بچنا سب کے ذمہ فرض ہے اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے حرام مال کھانے
سے بہت خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں یہ نفس ان کا ہلاک کرنے والا ہے۔

(۵) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلال ظاہر ہے
اور حرام ظاہر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں یعنی ان کے حلال اور
حرام ہونے میں شبہ ہے، بعضے اعتبار سے ان کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے لحاظ
سے ان کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اور کم ہیں ایسے لوگ جو
ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی ہیں جو اپنے علم پر ٹھیک طرح عمل کرتے ہیں۔
پھر جس شخص نے پرہیز کیا ہے شبہ کی چیزوں سے بچا ہے اس نے اپنے دین کو یعنی عذاب
دوزخ سے پناہ ملتی، اور اپنی آبرو، یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی۔ اس لئے
کہ خلاف شرع شخصوں کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا
ہر ذی عقل پر فرض ہے۔ اور جو شخص واقع ہوا شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہوگا حرام
میں یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ رفتہ رفتہ صریح حرام باتوں میں مبتلا
ہو جاتا ہے جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی گئی وہ رفتہ رفتہ اسقدر خرابی پیدا کرتا ہے کہ خدا
کی پناہ ہلاک ہی کر دیتا ہے، سو جو شخص مال کے بارے میں احتیاط نہ کرے جو ملے قبول
کر لے، کسی شبہ کی پرواہ نہ کرے وہ عنقریب حرام کھانے لگے گا۔ نفس کو ہمیشہ شریعت
کا قیدی بنا کر رکھنا چاہیئے، کبھی آزادی نہ دے۔ اور اگر ایسے شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال
معلوم نہ ہو کہ اس میں کتنا حلال ہے اور کتنا حرام، جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ اور رفتہ
رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ لہٰذا چاہیئے کہ شبہ کی
باتوں سے بھی بچے کیونکہ اصل مقصود اس حدیث کا یہی ہے خوب سمجھ لو۔ مثل اس چرواہے
کے جو چراتا ہے گرد اس چراگاہ کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرانے کے لئے خاص کر لیا
ہے، قریب ہے یہ کہ چھوڑ دے اس چراگاہ میں، یعنی جو ایسی چراگاہ کے گرد چراتا ہے وہ

عنقریب اس چراگاہ میں چرنے لگے گا جیسا تو اس کے جانوروں کا اس طرح پر چرنا کہ
اس میں منہ لگے دیر نہیں دشوار ہے یا اس طرح کہ خود حد کے پاس کو عنقریب ایسی طبیعت ہو
جائے گی کہ وہاں تک در حقیقت ملا نہ کرے گا۔ اسی طرح نفس کو احتیاط نہیں ہوتی اور کہیں تو
ابتدا ہی سے جہاں شبہ کے درجہ پر پہنچا حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد یہ
حالت ہوتی ہے۔ اسی واسطے کہنا چاہیے کہ تو دور رکھا اس کی چراگاہ کو صرف اپنے لئے خاص کر لینا
اور اس میں دوسروں کو اس میں چرانے سے روک کر انسانوں کو جائز نہیں اور یہاں یہ تو
صرف مثال بیان کرنا مقصود ہے۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور آگاہ رہو کہ
حق تعالیٰ کی چراگاہ جس کی حفاظت کی گئی ہے اس کے محارم ہیں یعنی جن چیزوں کو اس نے
حرام فرما دیا ہے۔ تو جو شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرے گا
اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے اور حق تعالیٰ شانہ چونکہ اعلیٰ درجہ کے بادشاہ
ہیں لہٰذا ان کی خیانت اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے۔ آگاہ رہو کہ
انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جبکہ وہ درست ہوگی اور اس میں باطنی یا ظاہری خرابی نہ
پیدا ہوگی کل بدن درست ہوگا اور جبکہ وہ فاسد اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا تمام بدن
آگاہ رہو کہ وہ بوٹی دل ہے یعنی دل سلطان بدن ہے۔ قلب کی درستی سے تمام اعضا کی
درستی ہوتی ہے اور قلب کی درستی موقوف ہے اطاعت الٰہی پر۔ گناہ کرنے سے دل اندھا ہو
جاتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ نیکیوں کا دار و مدار موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب
کی صفائی میں اکل حلال کو خاص دخل ہے۔ پس اس سے ترغیب ہوگئی اہتمام اکل حلال پر

(۶) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہلاک کرے اللہ
تعالیٰ یہود کو حرام کی گئیں ان پر چربیاں (یعنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید
میں ہے) پس انہوں نے اس چربی کو گلایا پھر انہوں نے اس کو فروخت کیا یعنی حیلہ یہ کیا
کہ خود چربی نہیں کھائی بلکہ اس کے دام کھائے اور اس کو یہ سمجھے کہ چربی کھانا نہیں ہے
حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل منتفع مت ہو۔ اس میں پیچھے درم کھانا بھی
داخل تھا۔ آجکل بعضے سود خوار ویسے ہی اس قسم کے حیلے پیدا کر لیتے ہیں تاکہ ظاہر میں سود

کھاویں لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب ہے نیت کو خوب جانتا ہے ہرگز ہرگز ایسے حیلے لگانا
روا نہیں۔

(۷) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں
ہے یہ بات کہ کمائے بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے سو اس سے قبول کیا جا
اور نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جائے اس کے لئے اس مال میں اور نہ یہ
کہ چھوڑے اپنے پیچھے مگر ہو وہ چھوڑا ہوا توشہ اس کے لئے پہنچانے والا دوزخ کی طرف
یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہوگا اور نہ اس کا ثواب ملیگا بلکہ بعض علماء
نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور فقیر جسکو مال حرام
دیا گیا تھا اس نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہو اگر جانتا ہے کہ یہ مال اس طرح کا ہے
دیا گیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی ان علماء کے
قول پر کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لگایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ
ہوگی اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا۔
کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ پھنسا ہوگا غرض مال حرام میں بجز ضرر کے کوئی
نفع نہیں بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے برائی کو برائی کے ذریعہ سے پس چونکہ حرام
مال خیرات کرنا منع ہے اور گناہ ہے سو اس گناہ کے ذریعہ سے اور گناہ نہیں معاف
ہو سکتے۔ لیکن دور کرتا ہے برائی کو بھلائی سے یعنی حلال مال صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ
ہوتا ہے جبکہ باقاعدہ اور شریعت کے موافق خیرات کرے۔ تحقیق خبیث یعنی مال حرام
نہیں دور کرتا ہے خبیث کو یعنی گناہ کو۔

(۸) حدیث میں ہے جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہوگا جو پلا ہے اور بڑھا ہے حرام
سے اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھا ہے مال حرام سے جہنم ہی اس کے لائق ہے۔ یعنی
حرام خور جنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی داخل
جنت نہ ہوگا۔ بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا اور تھا حرام خور تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت
کر جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اور اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور

جس کا حق اس کے ذمہ ہو وہ ادا کر دے تو البتہ حق تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمائیں
گے۔ اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور ہے اس سے محفوظ رہے گا۔

(۹) حدیث میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پرہیزگاروں میں سے یہاں تک کہ چھوڑ
دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ ہے یعنی کوئی چیز
بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح اور جائز ہے مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے
مال کے کھانے سے کسی گناہ ہو جانے کا ڈر اور احتمال ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھاوے
اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے اس لئے کہ اگرچہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں مگر
اس کے ذریعہ سے گناہ ہو جانے کا ڈر ہے اور ایسے کام کا ذریعہ بھی برا ہوتا ہے مثلاً عمدہ
عمدہ کھانے اور لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے مگر چونکہ حد سے زیادہ لذتوں میں
مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے کمال تقویٰ اور اعلیٰ درجہ
کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے۔ یا شبہ کا مال کھانا مکروہ ہے۔ مگر اس
میں بہت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب نفس ایسا اس پر غالب ہو جائے گا کہ حرام
کھانے لگے تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہئے۔

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کو خراج دیتا تھا یعنی خراج سے وہ محصول مراد ہے جو
غلام پر مقرر کیا جاتا ہے اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے پس حضرت
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ محصول اس غلام کا کھانے کے لئے منگایا کرتے سو لایا وہ ایک دن کچھ کھانے کی
چیز اور حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو غلام نے کہا تمہیں معلوم ہے کیا تھی یہ چیز
جسے تم نے کھایا (اور کہاں سے آئی) پس فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے کہ کیسی چیز تھی وہ جسے میں
نے کھا لیا۔ اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانے میں یعنی اسلام سے پہلے ایک آدمی کو
کاہنوں کے قاعدے سے کوئی خبر دی تھی اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا۔
(یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں بتلاتے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ
اور صحیح ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا سیکھنا منع ہے اور جو اس فن کے انہوں نے قاعدے

مقرر کئے ہیں۔ میں اس سے اچھی طرح واقف نہ تھا۔ مگر بے شک میں نے اس آدمی کو دھوکہ
دیا پھر وہ مجھے ملا سو اس نے مجھے وہ چیز جو آپ نے کھائی ہے دی بدلے اس کے، یعنی جو بات میں
نے اس کو بتلادی تھی اس کے عوض، تو وہ یہ چیز ہے جس میں سے آپ نے کھایا۔ پس داخل
فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ہاتھ حلق میں پھر قے فرمایا، یعنی نکالدیا تمام اس چیز کو جو
ان کے پیٹ میں تھا، یعنی احتیاط اور کمال تقویٰ کی وجہ سے کھانا پیٹ کے اندر سے نکالدیا
کیونکہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا، حالانکہ اگر آپ قے
نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا۔

(١١) حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا اور ان میں ایک درہم حرام کا
تھا نہ قبول فرماوے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا۔ یعنی
گو فرض ادا ہو جاوے گا۔ مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا۔ اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس
کرلو خدا سے ڈرنا چاہئے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے وہ اس
طرح ضائع ہو پھر کیا جواب دیا جائے گا۔ قیامت کے روز اور کیسے عذاب دردناک کی
برداشت ہوگی۔

(١٢) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بے شک
میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمہیں جنت سے قریب کردے اور دوزخ سے دور
کر دے، مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے، یعنی جنت میں داخل کرنے والے
اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تمکو بتلا دیئے ہیں۔ اور میں ایسی کوئی چیز
نہیں جانتا جو تمہیں جنت سے دور کردے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے مگر یہ بات
ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے، یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنت
سے ہٹا دینے والے کاموں سے تمکو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو، اور بے شک
روح الامین یعنی جبرئیلؑ نے میرے دل میں ڈالدیا ہے کہ بے شک کوئی نفس ہرگز نہ مرے گا
یہاں تک کہ پورا لے لے اپنا رزق، یعنی تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کا لکھا جا چکا ہے۔ بغیر
اس قدر ملجانے کے پہلے کوئی نہیں مر سکتا، اگرچہ وہ رزق دیر میں ملے، یعنی ملنا ضرور

ہے جس وقت پر لکھ دیا ہے اسی وقت پہنچے گا۔ نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی
نہیں مل سکتا، خدا سے ڈرو یعنی اس پر بھروسہ کرو اور اس کے وعدہ کا یقین کرو یعنی
حرام کمانے سے بچو اور اختصار اختیار کرو طلب رزق میں یعنی بہت زیادہ دنیا کمانے میں
مشغول نہ ہو، حرص مت کرو، شریعت کے خلاف کمائی سے بچو۔ اور ہرگز آمادہ نہ کرے تم کو
دیر لگنا رزق ملنے میں اس بات پر کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالیٰ کی معصیت سے
یعنی اگر روزی ملنے میں دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق حاصل نہ کرو اس لئے
کہ وقت سے پہلے ہرگز نہ ملے گا خواہ مخواہ گناہ کی لذت میں مبتلا ہو گے۔ اس لئے کہ بے
شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق،
اور اس کے سوا جو چیز ہے، اس کی معصیت کے ذریعے سے، رواہ ابن ابی الدنیا
فی القناعۃ، والبیہقی فی المدخل، وقال انہ منقطع۔ ولفظ الحدیث قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لا اعلم شیئا یقربکم من الجنۃ
ویبعدکم من النار الا امرتکم بہ، ولا اعلم شیئا یبعدکم من الجنۃ
ویقربکم من النار الا نہیتکم عنہ، وان الروح الامین نفث فی روعی
ان نفسا لن تموت حتی تستوفی رزقھا وان ابطا عنھا فاتقوا اللہ
واجملوا فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء شیء من الرزق ان
تطلبوہ بمعصیۃ اللہ تعالیٰ، فانہ لا ینال ما عندہ من الرزق وغیرہ بمعصیتہ

(۱۳) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دس
حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت میں ہے۔ یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ
ہے اس کو اختیار کرو۔

(۱۴) حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس مؤمن کو جو محنتی ہو اور پیشہ ور
ہو، نہیں پرواہ کرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت و مشقت میں معمولی میلے کپڑے پہنتا
ہے۔ اتنی فرصت نہیں یا ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے، لیکن جو
شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہیئے۔

(۱۵) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ میری طرف
وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں، اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہوں، اور
لیکن یہ وحی کی گئی ہے مجھ کو کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو یعنی سبحان اللہ کہا کرو اس کی
حمد کے ساتھ یعنی اس کی تعریف بیان کرو یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھو اور ہو جاؤ سجدہ
کرنے والوں میں سے یعنی نماز پر ہمیشگی کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو نماز پڑھتے
ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تم کو موت
آجائے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو کیونکہ بقدر ضرورت معاش
کا بندوبست کرنا سب پر واجب ہے۔ ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں
اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ سب کام چھوڑ کر محض عبادت علمیہ وعملیہ
میں مشغول ہو جائے۔

(۱۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں فرمایا جناب
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے رحم کرے اللہ تعالیٰ آدمی نرمی کرنے والے
پر جس وقت کوئی چیز فروخت کرے اور جس وقت کچھ خریدے اور جس وقت قرض طلب کرے
سبحان اللہ خرید و فروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت کرنے
کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے شخص کے
حق میں خاص طور پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دعا یقیناً مقبول ہے، اگر اس نرمی
کے برتاؤ کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا تو بھی بہت بڑی
نعمت تھی حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا۔ لہٰذا تاجروں کو مناسب
ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کر کے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے
محل کرم ہوں، نیز دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ سے لوگ
خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے، لوگوں کا رجوع ایسے معاملہ کرنے والے
کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض وقات خوش ہو کر دعائیں دیتے ہیں، واقعی بات یہ
ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین و دنیا میں گویا بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی

راحت سے گذرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے جس کو دارین کی برکتیں
حاصل ہوں۔ اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز ہے۔

رواہ البخاری بلفظہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحم اللہ رجلاً سمحاً اذا باع و اذا
اشتری و اذا اقتضی۔

(۱۷) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بچو
تم زیادہ قسم کھانے سے بچتے رہو یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں
نہ کھاؤ۔ کیونکہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹی نکلے گی اور پھر اس
سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے۔ ہاں کبھی اگر ایسی
کرو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ تحقیق وہ کثرت سے قسم کھانا رواج دیتا ہے مال
کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو امور ہوتے ہیں ان کا اعتبار آجاتا
ہے پھر بے برکت کر دیتا ہے جس سے دین و دنیا کی منفعت سے محرومی ہوتی ہے۔

(۱۸) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت
کرنے والا سچا گفتگو میں اور برتاؤ میں بڑا امانت دار قیامت میں انبیاء اور
صدیقین یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں اور جنہوں نے ہر قول اور ہر فعل میں
اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کی ہے
اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا یعنی ایسے تاجر کو جس کی یہ صفتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت
کے دن حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اور حضرات شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی۔ اور ساتھ
ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کے برابر رتبہ مل جاوے گا بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی
مراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کسی بزرگ کی
دنیا میں دعوت کرے اور ان کے ہمراہ ان کے خادموں کی بھی ضیافت کرے تو ظاہر
ہے کہ ان بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدام کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی

ہو گا۔ نیکی جو درجات لوگوں کے نزدیک ان بزرگ کا ہو گا۔ وہ خادموں کا بھی مگر بڑی
کا شرف و عزت و تبرک ملنا اور مکان میں شرکت کا میسر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔
جو خادموں کو حاصل ہوتا ہے۔ خصوصاً جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم
کی ہمراہی بہت بڑی دولت ہے اگر فرض کرو کہ کھانا بھی میسر نہ ہو ہمراہی سے کچھ
عزت بھی میسر نہ ہو۔ فقط ہمراہی ہی میسر ہو تو آپ سے محبت کرنے والے مسلمان کے لئے
فقط آپ کا دیدار اور آپ کی ہمراہی ہی بڑی دولت ہے، بلکہ دیدار تو بڑی چیز ہے آپ
کا پڑوس بھی بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی
اس دعا و تبرک کا مستحق ہونا ضرور مناسب ہے۔

(۱۹) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اے
گروہ تاجروں کے بیشک بیع ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہو جاتی ہیں۔ اور قسم
کھائی جاتی ہے پس ملا لو اس میں صدقہ، یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بری بات
ہے لہٰذا صدقہ کرنا چاہئے تاکہ ان لغویات وغیرہ کا عوض ہو کر بلا قصد صادر ہو گئی ہیں کفارہ
ہو جائے اور قلب میں جو کدورت پیدا ہو گئی ہے وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بیکار کلام۔

(۲۰) حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز تاجر اور گنہگار اٹھائے
جاویں گے۔ مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا۔ (اور خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا) تو اس
وہاں سے بچ جاوے گا۔

یہاں تک بہشتی زیور کا مضمون ختم ہوا

فصل

کمائی کی فضیلت کے بیان میں

اس میں سب سے پہلے تو قرآن پاک کی آیات ہیں۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کے باب آداب الکسب والمعاش میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس سے مختصر کر کے یہاں لکھتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (پ۳۰ سورۃ نبا)

اور بنایا دن کمائی کرنے کو۔ (فوائد القرآن)

اس آیت شریفہ کو اللہ جل شانہٗ نے احسان جتانے کے لئے بیان فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔ (پ۸ سورۃ اعراف)

اور ہم نے تمکو جگہ دی زمین میں اور مقرر کر دیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ۔ (پ۲۹ سورۃ مزمل)

اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈتے اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ (فوائد القرآن)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ۔ (پ۲۸ سورۃ جمعہ)

پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ تعالیٰ کا۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال طلب الحلال واجب علی کل مسلم (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال رزق کا طلب کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایما رجل کسب مالا من حلال فاطعم نفسہ او کساھا فمن دونہ من خلق اللہ تعالیٰ کانت لہ زکوۃ۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ من طریق دراج عن ابی الہیثم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور پہننے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلایا یا پہنایا تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

وعن نصیح العنسی عن رکب المصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طوبیٰ لمن طاب کسبہ (الحدیث) (رواہ الطبرانی فی حدیث طویل)

حضرت رکب مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس کے لئے جس کی کمائی پاک ہو۔

ترغیب و ترہیب کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سعد! اپنا کھانا پاک و حلال بنالو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہ۔

(رواہ البخاری وغیرہ)

وابن ماجۃ ولفظہ قال ما کسب الرجل کسبا اطیب من عمل یدہ وما انفق الرجل علی نفسہ واھلہ وولدہ وخادمہ فھو صدقۃ۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں اور جو مال حلال بھی آدمی خود اپنے پر اور اپنے اہل پر اور اپنی اولاد اور خادم پر خرچ کرے وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لان یحتطب احدکم حزمۃ علی ظھرہ خیر لہ من ان یسأل احدا فیعطیہ او یمنعہ۔

(رواہ مالک والبخاری ومسلم والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی پشت پر لکڑیاں لاد کر اس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے یا نہ دے۔

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان رجلا من الانصار اتی النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فسألہ فقال
اما فی بیتک شیء؟ فقال بلی حلس نلبس
بعضہ ونبسط بعضہ وقعب نشرب
فیہ من الماء قال ائتنی بہما فاتاہ
بہما فاخذہما رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدہ وقال
من یشتری ہذین؟ قال رجل انا
آخذہما بدرہم، قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من
یزید علی درہم مرتین او ثلاثا
قال رجل انا آخذہما بدرہمین فاعطا
ہما ایاہ فاخذ الدرہمین فاعطاہما
الانصاری وقال اشتر باحدہما
طعاما فانبذہ الی اہلک واشتر
بالآخر قدوما فأتنی بہ فاتاہ بہ فشد
فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم عودا بیدہ ثم قال اذہب
فاحتطب وبع ولا اریناک خمسۃ عشر
یوما ففعل فجاء وقد اصاب عشرۃ
دراہم فاشتری ببعضہا ثوبا وببعضہا
طعاما فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کچھ مال کا
سوال کیا آپ نے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ نہیں
ہے؟ وہ انصاری نے عرض کیا ہاں ہے،
ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو پہنتا ہوں اور
کچھ کو بچھا کر سوتا ہوں، اور ایک پیالہ ہے جس
میں پانی پیتا ہوں، آپ نے فرمایا ان
دونوں کو لے آؤ۔ وہ انصاری لے آئے۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے ان دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لے کر
فرمایا، ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک آدمی
نے کہا کہ ان دونوں کو ایک درہم میں لے
لوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ
میں کون لیگا، دو تین دفعہ یہی اعلان فرمایا
ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہم میں
لے لوں گا۔ آپ نے وہ دونوں درہم لیکر انصاری
کو عطا فرمادیئے اور فرمایا کہ ایک درہم سے
کچھ کھانے کی چیز خرید کر گھر والوں کے پاس
پہنچا دو، اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر
میرے پاس لے آؤ، وہ لے آئے تو حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

عليه وآله وسلم هذا خير لك من
ان تجئ المسألة نكتة في وجهك
يوم القيامة (الحديث)

(رواه ابو داؤد واللفظ له والنسائي
والترمذي وقال حديث حسن)

دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور
ان انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو
اور بیچو، اور دیکھو پندرہ دن تک تمہیں
میں ہرگز نہ دیکھوں۔ ان انصاری نے ایسا
ہی کیا۔ پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں آئے
کہ دس درہم نفع کما چکے تھے۔ بعض کا کپڑا خریدا
اور بعض درہم کے کھانے کی چیزیں خریدیں
اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا
تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے
دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے
چہرے پر ہو۔

عن عائشة رضي الله تعالى
عنها قالت قال رسول الله صلى الله
تعالى عليه وآله وسلم من امسى
كالًّا من عمل يده امسى مغفورا له۔

(رواه الطبراني في الاوسط)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا
کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ جس کسی نے اس حال میں شام
کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو
گیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام
کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں

ان سب آیات و روایات سے کمائی کی فضیلت اور ترغیب معلوم ہوتی ہے اور بھی
بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے کمائی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ
جو آیات و روایات توکل کے بارے میں ہیں وہ ان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں قرآن اور
حدیث اور اکابر کے کلام توکل سے بھرے ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ توکل
ایک بڑا مرتبہ ہے دین کے مراتب میں سے اور مقربین کے درجات میں سے ایک اعلیٰ درجہ

ہے اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بہت دشوار ہے اور اس کے بارے میں آیات و احادیث جو وارد ہیں ان کا احصاء بھی مشکل ہے چند پر اکتفا کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (پ۱۳ سورۃ ابراہیم)
اور اللہ پر بھروسہ چاہیے ایمان والوں کو

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔
اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ چاہیے بھروسہ والوں کو

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ
اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے

ایک دوسری جگہ وارد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔
اللہ تعالیٰ کو محبت ہے توکل والوں سے

فائدہ جب تو اللہ تعالیٰ جس کے لئے مسبب اور کافی ہو اور جس کا محب اور محافظ ہو جائے تو وہ شخص کامیاب ہو گیا اس لئے کہ محبوب نہ تو عذاب دیتا ہے اور نہ محب کو دور کرتا ہے۔ اور نہ اپنے دیدار سے محب کو محجوب کرتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ
کیا اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو۔

اور وارد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (پ۱۰ سورۃ انفال)
اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اور ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔ (پ۹ سورۃ اعراف)
جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے۔

اور وارد ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ الآیۃ
(پ ۲۰ سورۃ عنکبوت ع ۲)

بے شک جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے
وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم
ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اس کی بندگی
کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھیر
جاؤ گے۔

اور فرمایا ہے

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور
زمین کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ
بَعْدِ اِذْنِهٖ۔ (پ ۱۱ سورۃ یونس)

تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی سفارش نہیں
کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔

(احادیث)

اس کے علاوہ بہت سی احادیث کتب حدیث میں اس کی ترغیب و تاکید میں
وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ
عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ
وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَ
مَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ
فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ
اَنْ يَّكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ
ثُمَّ قِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک روز گھر سے
باہر نکلے تو فرمایا کہ میرے اوپر امتیں پیش
کی گئیں تو دیکھا کہ بعض نبی کے ساتھ ایک
آدمی ہے جو ان پر ایمان لایا بعض کے
ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض کے ساتھ
ایک جماعت ہے اور بعض کے ساتھ ایک
آدمی بھی نہیں پھر ایک بہت بڑی جماعت

سد الافق فقيل لي انظر ههنا وههنا فرأيت سوادا كثيرا سد الافق فقيل هؤلاء امتك ومع هؤلاء سبعون الفا قدامهم يدخلون الجنة بغير حساب هم الذين لا يتطيرون ولا يسترقون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون۔ فقام عكاشة بن محصن فقال ادع الله ان يجعلني منهم، قال اللهم اجعله منهم ثم قام رجل آخر فقال ادع الله ان يجعلني منهم فقال سبقك بها عكاشة۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

کو دیکھا جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو میں نے یہ تمنا کی خدا کرے کہ یہ میری امت ہو، مجھ سے یہ کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ نظر اٹھاؤ جب نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے اپنی کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا ادھر اور ادھر دائیں بائیں کی طرف دیکھو تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ اور بھی، ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال لیتے ہیں اور نہ ٹونا ٹوٹکا کرتے ہیں اور نہ (بطور علاج کے) جسموں کو داغتے ہیں اور صرف اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصنؓ اٹھے اور عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کر دے، آپ نے دعا فرمادی کہ اے اللہ اس کو ان لوگوں میں کر دے۔ پھر ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں کر دے، اس پر آپ نے فرمایا کہ عکاشہ نے پہل کر دی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کہ عکاشہ سبقت لے گئے وہ یہ ہے کہ ایک طلب حقیقی ہے اور ایک صورت و نقل ہے، جماعت کے درمیان میں ایک شخص طلب لے کر آتا ہے، اور دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بیعت

ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بھی مرید ہوں گے۔

ایک طویل حدیث قدسی میں وارد ہے۔

ان اللہ قال وعزتی وجلالی وعلوی وبہائی وارتفاع مکانی لا یؤثر عبد ھوای علی ھوی نفسہ الا اثبت اجلہ عند بصرہ، وضمنت السماء والارض رزقہ وکنت لہ من وراء تجارۃ کل تاجر۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما الاحادیث القدسیہ صفحہ ۲۳)

بیشک اللہ نے فرمایا ہے میری عزت، جلال، بلندی، جمال اور میرے مرتبہ کے ارتفاع کی قسم نہیں ترجیح دیتا ہے کوئی بندہ میری مرضی کو اپنی خواہش پر مگر میں اس کی موت کو اس کی نگاہ کے سامنے کر دیتا ہوں (یعنی وہ موت سے غافل نہیں رہتا) اور آسمان و زمین کو اس کے رزق کا ضامن بنا دیتا ہوں اور میں اس کا معاون بن جاتا ہوں ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے (کہ وہ جس تجارت میں جائز سوداگری کرے نفع ہو)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

(مشکوٰۃ شریف طبع مجتبائی)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالی پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنا چاہیے تو تم کو ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔

وعن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قال انی لاعلم آیۃ لو اخذ الناس بھا لکفتھم ومن یتق اللہ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کر لیں تو ان کے لئے کافی

يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب۔ (رواه احمد وابن ماجه والدارمي كذا في المشكوة)

ہو جائے۔ اور وہ آیت یہ ہے وَمَن يَّتَّقِ اللّٰهَ الآیۃ۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔

وعن انس رضي الله تعالى عنه قال كان اخوان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فكان احدهما يأتي النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم والآخر يحترف فشكا المحترف اخاه النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فقال لعلك ترزق به۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث صحيح غريب، مشكوة)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا۔ کام کرنے والے نے دوسرے بھائی کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی (کہ یہ کچھ نہیں کرتا) آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کے کام نہ کرنے کی شکایت کرتے ہو اور تمہیں پتہ نہیں کہ شاید اسی کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہو۔

گنگوہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے کتبخانہ کا کام ایک بزرگ منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کیا کرتے تھے، قرآنوں کا نکالنا، جلدیں بنوانا، ڈاک نکلوانا وغیرہ، میرے چچا جان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ عبادات میں مشغول رہتے تھے، تلاوت نوافل وغیرہ میں۔ ایک دفعہ منشی جی نے چچا جان کو بہت ڈانٹا کہ کمبخت کبھی کچھ خیر خبر لیا کرو، سارا دن یونہی پھرتے رہتے ہو۔ ابا جان نے منشی جی کو بلا کر بہت ڈانٹا اور یہ کہا کہ منشی جی! میں یوں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی افراط دے رکھی ہے۔ وہ اسی بچہ کی وجہ سے ہے اس کو کبھی کچھ مت کہیو۔ قصہ طویل ہے حدیث کے مناسب تھا اس واسطے یاد آ گیا اور مختصر لکھوا دیا۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال قال ربکم عزوجل لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتھم المطر باللیل واطلعت علیھم الشمس بالنھار ولما اسمعتھم صوت الرعد۔
(رواہ احمد، مشکوٰۃ ص [illegible])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری فرمانبرداری کریں تو ان پر رات کو بارش برساؤں اور دن میں دھوپ نکالوں اور بادلوں کے گرجنے کی آواز نہ سناؤں۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وتوکل علی الحی الذی لا یموت (اس زندہ ذات پر بھروسہ کر جو کبھی فنا نہیں ہوگی) آخر تک تلاوت کی۔ پھر فرمایا کہ بندہ کے لئے اس آیت کے بعد مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے بعض علماء کو خواب میں یہ بات کہی گئی کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اس نے اپنی روزی جمع کرلی۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ جس رزق کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے وہ تم کو فرائض پر عمل کرنے سے غافل نہ کردے کہ تم آخرت کے معاملہ کو چھوڑ دو حالانکہ اتنی ہی تم دنیا پا سکتے ہو جتنی مقدر ہو چکی ہے۔ اور اس فرض سے ہٹ کر روزی کمانے میں مشغول ہونے سے بال کچھ پڑے گا نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بعض راہبوں سے سوال کیا کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اس کا پتہ نہیں میرے رب سے پوچھو کہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

ہرم بن حیان رحمہ اللہ نے حضرت اویس قرنی سے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے کہ میں کہاں رہائش اختیار کروں؟ حضرت اویس رحمہ اللہ نے ملک شام کی طرف اشارہ کیا، ہرم رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ وہاں روزی کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت اویس رحمہ اللہ نے فرمایا افسوس ہے ان قلوب پر جن میں شک آگیا ان کو وعظ و نصیحت کیا نفع دے گی۔ (ماخوذ از ...)

میرے رسالہ فضائل حج میں بھی چند واقعات لکھے ہیں۔

(۱) ایک بزرگ کہتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہتا تھا اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا تھا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو درہم آئے میں وہ لیکر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلیٰ پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھ کو ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز ترش نگاہ سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہمنشینی اور پاس بیٹھنا میں نے ستر ہزار اشرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور گھر کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ البال کر کے خریدا ہے تو ان درہموں کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ کہکر اپنا مصلیٰ جھاڑ کر کھڑا ہو گیا جب اس مصلیٰ کے ساتھ وہ اٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان درہموں کو چن رہا تھا اس وقت تک کی اس کی سی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی۔ یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی میری نگاہ میں نہیں ہوئی اور جتنی اس وقت درہم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ (فضائل حج واقعہ [illegible])

(۲) حضرت شیخ ابراہیم خواص رح کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لیجاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے نہ کسی کو خبر ہوتی، ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیئے۔ حامد اسود کہتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا آپ حسب معمول لوٹا لیکر چل دیئے میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا حامد کہاں کا ارادہ ہے، میں نے عرض کیا کہ میں تو ہمرکابی کے لئے چل پڑا، فرمایا کہ میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ کا ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ وہیں چلوں گا۔ جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہو لیا اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی، میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ لڑکا

جو ہمارے ساتھ مل گیا۔ نماز نہیں پڑھتا، شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں
پڑھتا، اس نے کہا کہ میرے ذمہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تو مسلمان نہیں
ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں تو نصرانی ہوں لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گذر کرتا
ہوں۔ میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہو گیا میں نے اسکو جھٹلایا
اور اس جنگل بیابان میں لا ڈالا تاکہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں۔ شیخ اس کی یہ بات
سن کر چل دیئے اور مجھ سے فرمایا اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے
وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم بطن مرو پر پہنچے۔ وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے
بدن سے اتارے اور ان کو دھویا پھر لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا
عبد المسیح۔ شیخ نے فرمایا عبد المسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور اللہ جل شانہ
مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے انما المشرکون نجس
فلا یقربوا المسجد الحرام (مشرکین ناپاک ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آویں)
اور اپنے نفس کا جو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا۔ پس ایسا نہ ہو کہ تو
مکہ میں داخل ہو جاوے۔ اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامد کہتے
ہیں ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات
پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا۔
ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اوپر گر پڑا۔ شیخ نے پوچھا عبد المسیح کیا ہوا کہنے لگا کہ
ایسا نہ کہو اب میں عبد المسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح
علیہ السلام بھی غلام تھے۔ حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا اپنی سرگذشت تو سناؤ کہنے لگا
کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک
قافلہ ادھر آگیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے
ان کے ساتھ ہولیا۔ جب کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ
جتنے مذاہب تھے وہ سب ایکدم میری نگاہ سے گر گئے۔ میں نے غسل کیا مسلمان ہوگیا اور
احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں اس کے بعد سے وہ اور ہم

ساتھ ہی رہے۔ یہاں تک کہ صوفیا رہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔

(فضائل حج واقعہ ۵۲)

آپ بیتی ۱ ص ۲۲ میں حضرت تھانویؒ کے ملفوظات حسن العزیز سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک بار یہ شبہ کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے یہ تو مسلم ہے اسی طرح ان کا توکل بھی مؤثر ہو سکتا ہے غرض جیسے دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع ہو سکتا ہے۔ بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوتی ہے کہ مسلم کی کبھی نہیں ہوتی اور وہ دعا ابلیس کی انظرنی الی یوم یبعثون۔ بات یہ ہے کہ انا عند ظن عبدی بی۔ انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ پورا فرما دیتے ہیں، بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہے چونکہ ان کو حق تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ مجمع الزوائد ص ۱۵۱ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال ان العبد ليدعو الله وهو يحبه فيقول الله عز وجل يا جبريل اقض لعبدي هذا حاجته وأخرها فاني احب ان اسمع صوته وان العبد ليدعو الله وهو يبغضه فيقول الله عز وجل يا جبريل اقض لعبدي هذا حاجته وعجلها فاني اكره ان اسمع صوته

(رواه الطبراني في الاوسط)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبرئیل میرے اس بندے کی یہ حاجت پوری کر دو مگر دینے میں ذرا تاخیر کر دو کیونکہ میں اس کی آواز کو پسند کرتا ہوں، اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل سے فرماتے ہیں اے جبرئیل اس بندہ کی یہ حاجت

پوری کر دو اور جلدی سے اس کو تمام کر دو کیونکہ مجھے اس کی آواز ناپسند ہے۔

اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ درد نامہ غمناک میں فرمایا ہے۔

اگر رونا مرا تجھ کو خوش آتا ہے	یہ درد و رنج مجھ کو بھاتا ہے
تو دردوغم سے تیرے مرتا رہوں گا	تری الفت میں جی کھوتا رہوں گا

(۳) شیخ بنان فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جا رہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا راستہ میں ایک عورت ملی کہنے لگی بنان! تم بھی حمال (یعنی مزدور) ہی نکلے، توشہ لادے لئے جا رہے ہو تمہیں یہ وہم ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا، میں نے اس کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا، تین دن مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، راستہ میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب (پاؤں کا زیور) پڑا ہوا ملا، یہ سوچ کر اٹھا لیا کہ اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دے دوں گا، وہ شاید اس پر مجھے کچھ دیدے، تو وہ عورت پھر سامنے آئی کہنے لگی کہ تم دوکاندار ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلہ میں شاید کچھ دیدے، اس کے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہ، چنانچہ میں نے ان کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مصر تک انہوں نے مجھے کام دیا۔

(فضائل حج واقعہ ۱۳)

(۴) ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا، عزیز و اقارب کوئی ساتھ نہ تھا اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا، چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا حتیٰ کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے اور دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہ نے ممانعت فرمائی ہے اس لئے اب مجھے سوال کر لینا چاہئے لیکن پھر دل میں کشمکش پیدا ہوئی اور آخر یہ طے کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کر لیا وہ نہیں توڑوں گا چاہے مر جاؤں چونکہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے تھے اس لئے رہ گئے اور سارا قافلہ روانہ ہو گیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہو کر ایک جگہ لیٹ گئے

اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ قافلہ اب کہاں، نہ معلوم کتنے دور نکل چکا۔ اس سوار نے کہا کہ کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو، یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے اس نے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا، یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے ان کو آتا ہوا ملا۔ (فضائل حج واقعہ ۱۳)

(۵) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ صوفیائے چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا اپنا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے اس کی گرفت زمین پر ہے اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم و شریف تھا، اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں اس نے کہا وہ رسول کہاں ہے؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلا لیا تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ اور انعام عطا فرمائے۔ اس نے کہا کہ اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اس مالک کا پاک کلام ہمارے پاس چھوڑا ہے۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لا کر اس کے سامنے رکھا اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ ہم نے ایک سورۃ سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا یہاں تک کہ وہ سورۃ پوری ہو گئی اس

نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ
مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اس کو اسلام کے احکام اور ارکان بتائے اور چند سورتیں
قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے اس نے
پوچھا تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا وہ پاک ذات حی و قیوم ہے وہ
نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے
ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ۔ ہمیں اس کی بات سے بہت حیرت ہوئی۔ جب
ہم اس جزیرے سے واپس ہونے لگے تو کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں
دین کی باتیں سیکھوں۔ ہم نے اپنے ساتھ لے لیا جب ہم شہر آبادان میں پہنچے تو میں
نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخص نو مسلم ہے اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہئے
ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے اس نے پوچھا یہ کیا ہے ہم نے کہا کچھ
درہم ہیں ان کو تو اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لا الہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا
راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ میں ایک جزیرے میں تھا ایک بت کی پرستش
کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک
نہ کیا حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اور اس وقت مجھے کیونکر ضائع کر دے گا جبکہ میں
اس کو پہچانتا بھی ہوں۔ اس کی عبادت بھی کرتا ہوں۔ تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا
کہ اس کا آخری وقت ہے۔ موت کے قریب ہے ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کوئی
کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں جس
نے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ شیخ عبد الواحد فرماتے
ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک
نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے اس میں ایک
تخت بچھا ہوا ہے اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت
کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیجو اس کے
اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ میری جو آنکھ کھلی تو اس نو مسلم کی

سے روح پرواز کر چکی تھی ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا، جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب جس کا ترجمہ یہ ہے (اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفتوں سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے۔ پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے) حق تعالیٰ شانہ کے عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بہ جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔ (روض الریاحین، واقعہ ۸)

(۹) حضرت ذوالنون مصری جو اکابر و مشہور صوفیاء میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا جس کے چہرے پر ڈاڑھی کی دو لکیریں تھیں یعنی نکلنی شروع ہی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے بدن پر کپکپی آ گئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا۔ میں نے کہا میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں جن تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ کہنے لگا کہ تم انسانوں ہی سے تو بھاگتا ہوں۔ میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی ذرا کھڑا ہو جائے، وہ کھڑا ہو گیا میں نے پوچھا کہ اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے کوئی رفاقت کے لئے بھی نہیں ہے۔ تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا کہنے لگا نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ ہر وقت میرے سامنے ہے وہ میرے داہنے بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے کہنے لگا وہ بھی موجود ہے۔ میں نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں روزی دی اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی

ہے تو میں نے سوچا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو ضرور چاہیئے اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بدن کی قوت سے مولا کی خدمت یعنی عبادت کا بھی طرح ہو سکتی ہے۔ میں نے ان سے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو۔ وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چلا جاتا ہے تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے تھا۔ وہ رات کے تہجد پڑھنے اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کر لے اس لئے کہ رحمٰن کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی وہ بڑے فخر کی چیز ہوتی ہے وہ جب اپنے رب سے باتیں کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ میرا دل اڑا جا رہا ہے اس کی تو خبر لے وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو جنت میں یاقوت کا گھر چاہیئے جس میں حوریں رہتی ہیں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھولوں کی آرزو ہے میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کردے یہی بڑی فخر کی چیز ہے

(فضائل صدقات واقعہ [illegible])

⑦ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زنار (ایک قسم کا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھا ہوا تھا اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہنے چلے آتے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے، کھانا نہ پینا۔ ساتویں دن اس نصرانی نے کہا: اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ

شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما۔ میں نے دیکھا کہ
فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں
اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیئے، سات دن تک
چلتے رہے ساتویں دن میں نے اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے جلدی کر کے اس
نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے وہ اپنی لکڑی پر سہارا
لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی
تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آ گئے۔ مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت
میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا اس نصرانی نے بہت کھانے کا
اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں
گا جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول
اللہ۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت
یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا
اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل مجھے کھانا دے، اس پر یہ کھانا ملا ہے
اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا اور آگے
چل دیئے، آخر مکہ مکرمہ میں پہنچے حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا وہیں اس
کا انتقال ہوا غفر اللہ تعالیٰ لہ۔

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب
میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بسا اوقات
دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بیوقوفی سے
یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے۔ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے احادیث میں کثرت سے
یہ مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء کے طفیل اکثر روزی دی جاتی ہے۔ نیز اس
واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات
ہوتی ہیں جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دوسروں

کا طفیل ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات [illegible])

ان واقعات اور احادیث و آیات جو اوپر گذری ہیں ان کے علاوہ بھی توکل کے فضائل بہت ہیں اور عشاق و مخلصین کے واقعات کی کوئی حد ہے نہ انتہا چودہ سو سال کے قریب ہو رہے ہیں ہر سال میں کتنے مخلصین اور متوکلین ایسے ہوں گے جن پر عجیب واقعات گذرے ہوں گے کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے۔ البتہ ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق و محبت اور توکل پر مبنی ہیں اور یہ چیزیں عام قوانین سے بالاتر ہیں۔ ؎

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عشق کے ضوابط کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے نہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔ ؎

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

اپنا کام کوشش اور سعی ہے کہ اس سمندر میں کود پڑنا ہے اس کے بعد ہر محنت آسان ہے اور ہر مشقت لذیذ ہے۔ ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہرہ لوگوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لئے آسان اور لطف و لذت کی چیز ہے۔ اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب کی مصلحت بینیوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ؎

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار ہو جانا

لہٰذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنا چاہئے لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہوا ہو اس وقت تک نہ تو ان

واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے۔ نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مجنون ہو جاتا ہے اور جو مخمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آجاتی ہے۔ اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں۔ اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (احیاء)

دوسرا امر یہ ہے کہ ان قصوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گذری ہیں جو ہم جیسے نااہلوں کے تحمل تو درکنار ذہنوں سے بھی بالاتر ہیں ان کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ توکل کا منتہا یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال پر پہنچنے کی سعی اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہیئے لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترک اسباب نہ کرنا چاہیئے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تو بہت بڑے اژدہے کے منہ میں ہاتھ دے دے اور وہ پہنچے تک کھالے تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔ اس کے بعد میں ابویزیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اندر ہی سے جواب دیدیا کہ تجھے عبدالرحمٰن کے جواب سے کفایت نہ ہوئی جو میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے، میں نے عرض کیا کہ کواڑ تو کھولدیجئے۔ فرمایا تم اس وقت ملاقات کے لئے تو آئے نہیں۔ بات پوچھنے کے واسطے آئے تھے اس کا جواب مل گیا۔ اور کیواڑ نہ کھولے ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کیواڑ کھولدیئے اور فرمایا کہ اس وقت تم ملنے کے لئے آئے ہو۔ (روض)

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی

مضائقہ نہیں بشرطیکہ مستقیم الحال ہو، اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو بلکہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آئے۔ ان ہی حضرات نے ترک اسباب کی مذمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرمائے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ جل شانہ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے جو حدیث میں مذکور ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے چندہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ اور اس کا رسول۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سونے کی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ ایک معدن سے ملی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا۔ ان صاحب نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار سے پیش کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لیکر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتی تو زخمی کر دیتی اور یہ ارشاد فرمایا کہ بعضے آدمی اپنا سارا مال لیکر

کر دیتے ہیں۔ پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں۔

(مشکوٰۃ ابوداؤد)

ان صاحب کا اعتماد علی اللہ تعالیٰ اور توکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سب کچھ قبول فرما لیا اور یہاں ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اختیار اسباب اور توکل محض کی احادیث اور قصے میں مختلف طور سے جمع کیا گیا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار، ماہر تجربہ کار کو وکیل بنا لے کہ وہ ہر چیز میں اس ماہر وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اس کا یہ توکل قانی ہے کسبی ہے۔ اس کو اپنے توکل کا احساس و شعور ہے۔ دوسرا درجہ پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ نا سمجھ بچہ کا اپنی ماں کی طرف کہ وہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے تو سب سے پہلے اس کے منہ سے اماں نکلتا ہے۔ ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہل رحمہ نے اشارہ کیا ہے جبکہ ان سے کسی نے پوچھا کہ توکل کا ادنیٰ درجہ کیا ہے فرمایا کہ امیدوں کا ختم کر دینا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ درمیانی درجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے درجہ پر پہنچ جائے۔ امام غزالی رح نے لکھا ہے کہ تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔ اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں۔ اسی درجہ پر پہنچ کر اللہ جل شانہ سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب اس کی ضروریات کا تکفل کرتا ہے جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی ضروریات غسل کو پورا کرتا ہے۔ (احیاء)

اس پر یہ اشکال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عام طریق اسباب کے اختیار کا تھا صحیح ہے لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

آلہ وسلم کے شایانِ شان وہی حالت تھی جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے اختیار فرمایا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حالات
ان واقعات کی نوعیت کے ہوتے تو امت بڑے سخت ابتلاء میں پڑ جاتی حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو امت پر شفقت کی وجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ
ایسی چیز اختیار نہ فرمائیں جس میں امت کو مشقت ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے
تھے اور میں پڑھتی ہوں۔ بےشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعض
عمل باوجودیکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش اس کے کرنے
کی ہوتی تھی اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔

(رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب کہ حضور اقدس صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں، کا اہتمام اور دوام
ہے کہ جس شدت اہتمام سے حضرت عائشہ رضی پڑھتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے ورنہ بیسیوں روایات میں حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہے۔ اور یقیناً حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے تو یہی چیز اس
کو واجب بنا دیتی۔ تراویح کے بارے میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چند راتیں پڑھیں اور پھر چھوڑ دی
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ جب چند راتوں کے بعد حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ خیال ہوا کہ شاید آنکھ لگ گئی۔ اس لئے ایسی چیزیں اختیار
کیں جن سے بغیر جگائے آنکھ کھل جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری حرکتیں دیکھتا رہا اور میں ڈرا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں

کبھی غافل نہ تھا، لیکن مجھے اس کے سوا اور کوئی چیز نکلنے سے مانع نہ ہوئی کہ میں
اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر تم پر فرض ہو جاتی تو اس کا نباہنا تمہیں
مشکل ہو جاتا۔ (مسند احمد ابو داؤد)

صاحب روح لکھتے ہیں کہ جلب منفعت اور دفع مضرت کے اسباب کا اختیار
کرنا ہی طریقہ جمہور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جمہور اولیاء کا ہے لیکن اس سے
ان اولیاء کرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لئے اسباب اختیار نہ فرماتے تھے
اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شریعت
مطہرہ پر چلانے والے تھے اس لئے ایسے سہل راستے پر چلاتے تھے جس پر عوام و
خواص سب چل سکیں، اور اگر قافلوں کا چلانے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ
کو لیجائے جس پر وہ خود اپنی قوت کی وجہ سے چل سکتا ہو لیکن قافلہ کی اکثریت اس
راستہ کی متحمل نہ ہو تو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا۔

تیسری بات جو ان واقعات میں قابل لحاظ ہے وہ بھی حقیقت میں پہلی
ہی بات پر متفرع ہے، وہ یہ ہے کہ بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے جو سر
سری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے
اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ واقعات سمیّ زہر دوا کے ہیں اور دوا
میں طبیب حاذق بسا اوقات سنکھیا بھی استعمال کرایا کرتا ہے، لیکن اس کا استعمال
طبیب کی رائے کے موافق ہو تو مناسب ہے بلکہ بسا اوقات ضروری لیکن بدون اس
کے مشورہ کے ناجائز اور موجب ہلاکت ہے۔ اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق،
طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے ان پر اعتراض یقیناً نادانی اور فن سے ناواقفیت
پر مبنی ہے۔ لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور اس کو کسی طبیب کا مشورہ حاصل نہ ہو
اس کو ایسے امور جو شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہوتے ہوں اختیار کرنا جائز نہیں
ہے۔ البتہ فن کے آئمہ پر اور قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا
بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے۔ اور

ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں ناجائز نہیں ہے اگر دینی مصلحت اس کی متقاضی ہو تو پھر یہاں سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی بہت راضی ہوتے ہیں، ایک وہ شخص ہے جو نرم نرم بستر پر لحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لیٹا ہوا ور ایک دم بشاشت کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر فرماتے ہیں، دوسرا وہ شخص جو ایک لشکر کے ساتھ ملکر جہاد میں شرکت کر رہا ہوا ور وہ لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگنے میں اللہ جل شانہ کا خوف کرے اور تن تنہا واپس ہو کر مقابلہ کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔ (مشکوٰۃ)

اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب پورا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اس پر تفاخر فرماتے ہیں۔

کوکب میں کتاب ص۳۰۳ میں لکھا ہے کہ توکل کے مختلف اقسام ہیں ایک توکل وہ ہے جو نفس شرع کے خلاف ہو جیسے کوئی آدمی توکل کر کے زہر پی لے یا پہاڑ سے کود پڑے یا بالکل کھانا ہی چھوڑ دے اور اس کو ان امور میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو ایسا توکل ارشاد خداوندی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے خلاف ہے اور یہ حرام ہے۔ اور توکل کی دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو ترک کر دے جس کی افادیت مظنون ہو جیسے مریضوں کا دوا پینا اور یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایسی چیز کو چھوڑ کر توکل کرے جس کی افادیت کا ظن غالب نہ ہو جیسے جھاڑ پھونک کو چھوڑ دینا اور یہ توکل کا سب سے آخری درجہ ہے، دوسری جگہ ص۳۰۴ کوکب ہی میں مشہور حدیث "اعقلہا وتوکل" کے ذیل میں

ارشاد فرماتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے اور ان
پر اعتماد نہ کیا جائے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب کو سرے سے اختیار ہی نہ کیا جائے"

ہمارے حضرت شیخ الشیوخ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درثمین میں
تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روحاً
سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟
تو مجھ پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے
میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا۔ اس کے تھوڑی دیر
بعد یہ حالت زائل ہوگئی تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا اور اپنی روح کو
اسباب سے جدا کر کے اللہ تعالیٰ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا۔ (قسم ثالث)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔؎

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(اندر سے تو آشنا اور باہر سے اجنبی بنا ہوا ایسا بہتر طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا
ہے) اکابر دیوبند کا طرز دونوں ہی قسم کا رہا ہے۔ ایک رائےپوری طرز تھا
کہ حضرت رائےپوری نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں اسباب کا سلسلہ شروع ہی سے نہیں
رہا۔ اور دوسرا طرز بقیہ حضرات کا رہا کہ ابتداء میں اسباب کے ساتھ تلبس رہا، آخر
میں ترک اسباب ہوگیا، ہمارے حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا
حال تو معلوم نہیں مگر حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں ملازمت بھی کی جس کے متعلق
تذکرۃ الرشید صفحہ میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور ایک
جگہ سے قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے سات روپیہ کی ملازمت آئی حضرت نے اعلیٰ حضرت
حاجی صاحبؒ سے اجازت مانگی، اعلیٰ حضرت نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اس سے
زائد کی آئے گی، حضرت نے اس کو انکار کر دیا۔ چند ہی دن گذرے تھے کہ سہارنپور

کے مشہور رئیس نواب شائستہ خان نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار پر آپ کو بلایا۔ وہاں آپ نے چھ ماہ تک نوکری کی اس کے بعد حضرت کا تجارت کتب کرنا تو معلوم نہیں ہوا۔ مگر ہدایت الشیعہ کے شروع میں حضرت نے جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔

بندۂ عاجز ناچیز ابو محمود کتب فروش عفا عنہ الرب المعبود کہ کچھ بہرا علم نہیں رکھتا مگر صحبت علما اہل حق سے بہرہ ور رہا ہے۔ ورنہ کہ مذہب باطل شیعہ سے بخوبی واقف ہوا۔

اسی طرح متعدد کتابوں کی تقریظوں میں اپنے آپ کو کتب فروش لکھا ہے۔ مستقل تجارت کرنا حضرت کا مجھے نہیں معلوم مگر میرے والد صاحب حضرت کے خادم خاص اور کاتب کتابوں کی تجارت کرتے تھے اور غالباً اس میں حضرت گنگوہی کا بھی کچھ حصہ رہا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت کی جو ان کے استاذ مولانا احمد علی صاحبؒ نے قائم کیا تھا اس میں تصحیح کتب کی ملازمت کی اور اسی اثنا میں دارالعلوم کی بنیاد پڑ گئی آپ اس کی خبر گیری کرتے رہے اور پھر دارالعلوم کے کاموں میں ایسے مشغول ہوگئے کہ میرٹھ کا کام چھوٹ گیا مگر دارالعلوم سے کبھی تنخواہ نہیں لی جیسا کہ سوانح قاسمی صفحہ ۲۵۳ میں ہے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپوری حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت تھانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہم نے ابتدا میں مدرسی کی اور پھر اخیر میں سب نے چھوڑ دی۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ گو اخیر تک تنخواہ لیتے رہے مگر حضرت کا دسترخوان اس قدر وسیع تھا اور خفیہ داد و دہش بھی اس قدر وسیع تھی کہ تنخواہ بالکل ناکافی ثابت ہوتی تھی۔

میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نے ابتداءً سہارنپور میں ملازمت کی اور اس کے بعد دہلی چلے گئے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ تجارت شروع

کرچکا ہوں اور میوات والوں کے ساتھ کئی دفعہ بکریاں خرید چکا ہوں مگر سو ہونے سے پہلے پہلے مر جاتی ہیں، مجبوراً چھوڑ دیا۔

خود سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرائی تھیں اور نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال میں تجارت بھی کی لیکن نبوت کے بعد نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس برس تک اجرت پر چرائیں جیسا کہ درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی نے ابن عباس رضی سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت پوری کی تو آپ نے جواب دیا جو زیادہ بھی اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

کمائی کے ذرائع اور ان میں افضل کا بیان

کمائی کے ذرائع اور ان میں جو افضل ہے اس کی تعیین میں سلف میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے۔ اور ابو الحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے۔ امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے اور اس میں زراعت کو بھی شامل کیا ہے۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء (احناف) کے نزدیک جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صنعت و حرفت ہے۔ میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں۔ تجارت، زراعت اور اجارہ، اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں بعض حضرات نے صنعت و حرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا میرے نزدیک وہ ذرائع کمائی میں نہیں۔ اسباب آمدنی میں ہے اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں جیسے میراث ہے، صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جنہوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا میرے نزدیک صحیح نہیں۔ اس لئے کہ نرا صنعت و حرفت کمائی نہیں ہے کیونکہ اگر ایک شخص کی جوتے بنانے کے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے وہ جوتے بنا کر کوٹھی بھر لے اس سے کیا آمدنی ہوگی، یا تو اس کو بیچے گا، یا کسی کا نوکر ہو کر اس کا بنائے یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں لگ گئے اور اس سے زیادہ وقیع جہاد کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے۔ اس لئے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل ہو گیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوئی جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اس کے ساتھ دنیوی مال و متاع کا بھی طالب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ (رواہ ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے جہاد کرتا ہے، دوسرا شہرت کے لئے جہاد کرتا ہے، تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لئے، کون شخص واقعی مجاہد ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے وہی حقیقی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۳۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو شہرت اور غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی نفع نہیں، سائل نے تین دفعہ پوچھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی یہی فرماتے رہے کہ اس کو کوئی نفع نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو بالکل خالص ہو اور صرف اسی کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

میں پہلے لکھ چکا کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے وہ بحیثیت پیشہ کے ہے اس لئے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم وتعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کرسکتا ہے، لہٰذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لئے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے اس لئے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے مگر شرط یہ ہے کہ دینی کام مقصود ہو، اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہو میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معمول اسی کا رہا اور اس کا تعامل یہی ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ، اسی لئے کسی جگہ پر اگر کوئی دینی کام کر رہا ہو۔ تدریس، افتاء کا وغیرہ وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسے میں زیادہ تنخواہ ملے تو پہلی جگہ کو محض کثرت تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ میں نے اپنے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا جس کو آپ بیتی نمبر ۲ ص۱۵۸ میں لکھوا چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی

حیثیت سے زیادہ سمجھا۔ حضرت اقدس سیدی و مرشدی حضرت سہارنپوری اور حضرت
شیخ الہندؒ کے متعلق لکھ چکا ہوں۔ میرے حضرت کی آخری تنخواہ مظاہر علوم میں
چالیس تھی اور حضرت شیخ الہندؒ کی آخری تنخواہ دارالعلوم میں پچاس روپے تھی ان
دونوں کے متعلق جب بھی ممبران مدرسہ یا سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوئی تو دونوں
حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ
بھی زیادہ ہے۔ دونوں مدرسوں میں جب مدرس دوم کی تنخواہیں ان کی تنخواہ کے
برابر پہنچ گئیں تو ممبران نے یہ کہہ کر کہ اب ماتحت مدرسوں کی تنخواہیں صدر مدرس کی
تنخواہ سے زیادہ نہیں ہو سکتیں آپ کے انکار سے ان کی ترقیات رکی جا رہی ہیں
بہ مجبوری ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔

میرے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جب ایک سال قیام حجاز
کے بعد آخر ۱۳۴۴ھ میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا
محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا اور حضرت
کو اطلاع تار بمبئی میں مل چکی تھی۔ حضرت نے مدرسے سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما
کر انکار فرما دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام
پورا نہیں کر سکتا لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق
پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے اور میرا بھی کام سمجھ کر کرتے تھے تو میں اور وہ
دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا
ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بھی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے
معذور ہوں۔ اس پر حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ
سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں۔ حضرت رائپوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ
کو سخت ضرورت ہے۔ آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا انتظام بحسن وجوہ قائم ہے
اس لئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا صدر مہتمم مدرسہ کی تنخواہ دے
گا۔ حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے۔ حضرت

تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت رائپوری کی تائید فرمائی اس وقت حضرت شیخ
الہند مالٹا میں تھے۔ یہی تینوں حضرات سرپرست تھے۔

حضرت نانوتوی کے متعلق آپ بیتی صفحہ پر لکھوا چکا ہوں کہ ایک رئیس
مولوی اسماعیل جو علیگڑھ کے رئیس تھے ان کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت
نانوتوی کی خدمت میں لکھا کہ کسی عالم کو جو حضرت کے نزدیک قابل اعتماد ہو علی گڑھ
بھیج دیا جائے تاکہ میں ان سے حدیث پڑھوں۔ جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا کہ
کسی اور عالم کو فرصت کہاں جو آپ کے پاس جانے پر راضی ہو سکے۔ البتہ ایک بیکار
خود یہ فقیر ہے حکم ہو تو بندہ وہیں حاضر ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرے۔ مولوی
اسماعیل کے لئے تو یہ نوید جانفزا تھی کہ خود حضرت نانوتوی پڑھانے پر آمادہ ہو گئے
ہیں سمجھتے ہیں کہ حضرت ان کو پڑھانے کے لئے حضرت نے علی گڑھ میں قیام فرمایا جو
مولوی اسماعیل جو کتابیں پڑھنا چاہتے تھے ان کو پڑھا کر آپ علی گڑھ سے واپس
تشریف لے گئے۔ نواب صاحب اس وقت کے ساتھ تنخواہ کی کمی بیشی کا بھی ذکر کرتے
تنخواہ کا مسئلہ جب پیش ہوا تو مولوی اسماعیل نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت وہ
جو فرمائیں گے وہی رقم خدمت میں پیش کی جائے گی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ
جب تک میں تمہارے یہاں ہوں دس پندرہ روپے مجھے دیدینا تاکہ گھر بھیج دوں
اس قلیل رقم کو سن کر مولوی اسماعیل شرمندہ تھے لیکن چونکہ بات پہلے ہی طے ہو
چکی تھی کہ مسئلہ بجائے تمہارے فیصلہ کے میری رائے کے تابع رہے گا۔ اس لئے خاموش
ہو گئے کئی مہینے حسب وعدہ پندرہ کی رقم پیش کرتے رہے اسی عرصہ میں مولوی اسمٰعیل
صاحب ایک دن جب پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں
اسماعیل جو رقم اب تک تم دیتے تھے اس پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آگئی وہ خوش
ہوئے کہ شاید کچھ اضافہ کی منظوری عطا فرمائی جائے گی۔ لیکن جب ان سے حضرت نے
یہ فرمایا کہ بھائی پندرہ جو تم دیتے تھے ان میں دس تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو دیا کرتا
تھا اور پانچ روپے والدہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا کل خط آیا ہے کہ والدہ صاحبہ

کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے اس پانچ روپے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی اس نے آٹھ روپے کے بجائے پندرہ کے دس روپے دیا کرتا۔ مولوی اسماعیل یہ سن کر حیران تھے کہتے جاتے تھے کہ حضرت مجھ پر کوئی بار نہیں۔ لیکن حضرت کی طرف سے اصرار تھا کہ غیر ضروری روپے کا بار اپنے سر کیوں لوں آخر بات دس ہی روپے والی طے ہو گئی لیکن قاری طیب صاحب نے جنہوں نے یہ قصہ براہ راست نواب صدر یار جنگ سے سنا ہے ان کو اس قصہ کے آخری جزو کے متعلق اشتباہ ہے۔ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ تصحیح کتب کے سوا درس و تدریس پر کبھی معاوضہ نہیں لیا اس پر تمام اکابر دیوبند کا اتفاق ہے۔

آپ بیتی ص۲۵۰ میں ارواح ثلٰثہ سے نقل کیا ہے کہ مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا نانوتوی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طلبی آئی اور پانچسو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی میں نے کہا کہ اے قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بنا پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔ انتہی۔

درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ تنخواہ کو وہ کبھی اصل یا مقصد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا میں نے اوپر لکھا اور تنخواہ کو محض عطیہ الٰہی سمجھتے تھے جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر میں نے عبادہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا لیکن ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے اشکال ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے چند آدمیوں کو قرآن پڑھایا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی تو میں نے دل میں کہا کہ یہ کوئی مال نہیں ہے اور اس سے میں جہاد میں تیر پھینکوں گا پھر بھی مجھے خیال ہوا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہٖ وسلّم سے عرض کیا کہ ایک آدمی نے جس کو میں قرآن پڑھایا کرتا تھا ہدیہ میں ایک کمان دی ہے اور یہ مال ہے نہیں (کہ اُجرت میں تعلیم میں آسکے) اور اس سے جہاد میں تیر پھینکوں گا۔ اس پر حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ آگ کا طوق پہنو تو قبول کر لو۔

(کتاب الاجارہ ابوداؤد)

اس حدیث کی بناء پر ائمہ میں تعلیم پر اُجرت لینے میں اختلاف ہو گیا۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تعلیم پر اُجرت لینی جائز نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں ایک امام شافعی کے ساتھ جواز کا اور دوسرا امام مالک و امام ابو حنیفہ کے ساتھ عدم جواز کا متاخرین حنفیہ نے بضرورت تعلیم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جواز والوں کی دلیل حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سکوت کیا اور جب دیر ہو گئی اور وہ عورت کھڑی رہی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو رغبت نہیں ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجئے۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اپنی تہبند تو اس کو دے دیگا تو بغیر ازار کے رہے گا۔ لہٰذا کوئی اور چیز مہر میں دینے کے لئے تلاش کرو۔ اس صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ تلاش کرو چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔ اس صحابی نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس صحابی نے عرض کیا جی ہاں! فلاں فلاں سورۃ (اور چند سورتیں گنوائیں) تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

تم سے اس کا نکاح کیا بسبب اس قرآن کے جو تجھے یاد ہے۔ در منثور کی ایک حدیث میں نقل کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ "میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا اس شرط پر کہ جو قرآن تجھے یاد ہے اس کو بھی سکھا دے الخ" مشکوٰۃ شریف ص۲۵۸ میں فاتحۃ الکتاب سے جھاڑ نے پر اجرت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے باطل جھاڑ پھونک پر کھایا اس نے برا کیا تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر کھایا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قصہ میں آیا ہے کہ "سب سے زیادہ مستحق اجرت کی کتاب اللہ ہے" اس کے حاشیہ میں لمعات میں نقل کیا ہے۔

"اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن سے جھاڑ پھونک کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور یہی حکم قرآن سکھانے پڑھانے پر اور کتابت پر اجرت لینے کا ہے۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے الخ (حاشیہ مشکوٰۃ ص۲۵۸ ج ۱)۔

اس مسئلہ کی پوری بحث بذل المجہود کتاب الاجارہ کتاب النکاح اور کتاب الطب میں ہے۔ اور اوجز المسالک کتاب النکاح میں بھی بہت طویل بحث کی گئی ہے جو علماء سے تعلق رکھتی ہے۔ لامع الدراری جلد ثانی کتاب الاجارات میں بھی اس کی بہت تفصیل ہے۔

بندہ کی یہ رائے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں توکل اور زہد بہت بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ مثالیں پہلے گذر چکیں۔ دینداروں میں عطایا کا اور بیت المال کا سلسلہ بھی چل رہا تھا اس لئے اس زمانہ میں اجرت کی ممانعت سے کچھ نقصان نہیں تھا۔ متاخرین کے زمانہ میں بیت المال کا سلسلہ نہیں رہا۔ اور لوگوں میں علی العموم زہد و توکل بھی مفقود ہو گیا۔ اس لئے بغیر اجرت کے دینی کام کا کرنا بہت مشکل ہو گیا چنانچہ مجموعہ رسائل ابن عابدین کے ساتویں رسالہ شفاء العلیل میں میرے اس خیال کی تائید ملتی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

"محمد بن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو
اس وجہ سے بُرا سمجھا کہ اس زمانہ میں بیت المال سے عطایا ملتے تھے
اور لوگوں کی رغبت بھی دینی امور میں ہوتی تھی اور اب ہمارے زمانہ
میں یہ بات نہیں رہی۔" شامی

بلکہ میرا تو کئی سال سے یہ معمول ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتداً میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی کا عہدہ شروع کیا تھا جس کو ایک دو سبق مدرسہ کے اور بقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھانے کی طرف کم ہو گئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور رفتہ رفتہ دینی کام چھوٹ گیا اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کرتے ہیں یہ تنخواہ دار نہیں کرتا اور اسلاف کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے تو اس پر بھی اپنے آپ کو قیاس نہیں کرنا چاہئے ان کا توکل اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے ہٹا کر دنیا میں منہمک نہیں کر دیتا تھا بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کے تابع رکھتے تھے اور محض رزق کفاف کے لئے تجارت کرتے تھے لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم و تدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی کے ذرائع بھی شروع کر دیئے جائیں تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کی وجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے اور تعلیم و تدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ ہو جاتی ہے اسی تجربۂ تلخ کی وجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس میں صنعت و حرفت کو داخل کرنے سے اختلاف کیا کہ جو کچھ ولولہ دل سے یہ طلبہ و مدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت و حرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے اسی کو مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد و توکل حاصل نہ کرلے محض اُوپر سے
دیکھ کر ان کے کاموں کو نہ اختیار کرے ہاں جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اُوپر
اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نباہ سکے تو یہ یقیناً بہتر ہے۔ اسی واسطے ہمارے
اکابر کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں سہارنپور میں دس
روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے کے لئے ملازمت کی اور حضرت نانوتویؒ کے متعلق
بھی گذر چکا کہ کچھ دنوں حدیث پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت
تھانویؒ کا قصہ مشہور ہے ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت
گنگوہیؒ سے خط و کتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں حضرت
تھانویؒ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کو خطوط لکھے اور حضرت گنگوہیؒ نے تینوں دفعہ
ملازمت چھوڑنے کی ممانعت فرمادی اور چوتھی دفعہ حضرت تھانویؒ نے ملازمت
چھوڑ کر تھانہ بھون آکر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آگیا تو حضرت
گنگوہیؒ نے بہت اظہار مسرت کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہوگے۔ میرے والد صاحب چونکہ حضرت گنگوہیؒ
کے خطوط لکھا کرتے تھے حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ انہوں نے اجازت
مانگی اور آپ نے منع کردیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں دیں تو حضرت
گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگڈگا ہو اور جب پختہ
ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مجالس حکیم الامت ص ۲۲ میں لکھا ہے کہ ترک ملازمت
کانپور کے بعد خانقاہ تھانہ بھون میں متوکلانہ قیام فرمایا تو اس وقت ضروریات
خانگی کے لئے ڈیڑھ سو روپیہ قرض ہو گیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات ہو چکی تھی
ان کے بعد حضرت حکیم الامتؒ حضرت گنگوہیؒ کو اپنے شیخ کا قائم مقام سمجھ کر مشکلات
میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے، عرض حال اور ادائے قرض کی دعا کے لئے گنگوہ
کو خط لکھا، جواب آیا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر چاہئے

ہو تو میں ان کو لکھ دوں، حضرت نے فرمایا اس جواب سے میں کشمکش میں پڑ گیا کہ اس ملازمت کو اختیار کرتا ہوں تو حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی مخالفت ہوتی ہے اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہیؒ کے اس ارشاد کے باوجود قبول نہ کرنا ایک گونہ بے ادبی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈالدیا۔ میں نے لکھا کہ حضرت! میری غرض تو اس خط سے صرف دعا تھی کسی ملازمت یا ذریعہ معاش کی طلب مقصود نہ تھی کیونکہ حضرت حاجی صاحب نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ کانپور کی ملازمت چھوڑ دو تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا۔ اب میں حضرت کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے قائم مقام سمجھتا ہوں اگر اس پر بھی ملازمت اختیار کرنے کا حکم ہو تو میں اس کو بھی حاجی صاحبؒ ہی کا حکم سمجھوں گا اور پہلے حکم کا ناسخ قرار دیکر ملازمت اختیار کر لوں گا۔ اس پر حضرت گنگوہیؒ کا جواب آیا کہ اب آپ کوئی ملازمت نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ پریشانی نہیں ہوگی۔

اسی مجالس حکیم الامت میں حضرت نانوتوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے متعلق لکھا ہے کہ۔

حضرت ممدوح کے علمی اور عملی کمالات سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ معاشی ضرورت کا احساس ہوا تو مطبع مجتبائی دہلی میں کتابوں کی تصحیح کے لیے ملازمت اختیار کر لی، کل دس روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ ایک مرتبہ اس سے بھی جی گھبرایا تو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے مشورہ کیا کہ یہ تنخواہ لینا بھی چھوڑ دیں اور جو کام بھی کریں لوجہ اللہ تعالیٰ بے تنخواہ کریں۔ حضرت حاجی صاحب امام وقت تھے آنہوں نے فرمایا کہ آپ ترک مشاہرہ کے لئے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں، مشورہ دلیل تردد ہے اور تردد کی حالت میں ترک اسباب موجب پریشانی ہوتا ہے۔ ترک اسباب تو اس وقت بھلا ہوتا ہے جب آدمی مغلوب الحال ہو جاوے۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحب خود متوکل تھے بفقر و فاقہ کے سخت مراحل سے
گذرے ہوئے تھے مگر اپنے مریدین کے لئے اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ وہ کسی پریشانی
میں مبتلا نہ ہوں۔

اور مکتوبات امدادیہ میں صفحہ ۵۳ مکتوب ۳۳ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے
خود حضرت تھانویؒ کو لکھا ہے۔

ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز تجرد و نزد عیالداراں را منتظر
گذاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است۔ و در بے بہی تعداد و مخلوق اللہ
فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است رگاہے گاہے
بخدمت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند و احوال بسمع
مبارک ایشان رسانیدن نافع خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: اسباب سے تعلق کو ختم کر دینا مصلحت کی بات نہیں اس لئے کہ یہ بات
سوائے تجرد کی حالت کے اور کسی حالت میں اچھی نہیں لگتی۔ اہل و عیال کو معاش
کے معاملہ میں مضطرب اور پریشان چھوڑ دینا ناعاقبت اندیشی کی بات ہے اور
کوئی فائدہ نہیں۔ مخلوق خدا کو دینی فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے قریب
ترین راستہ ہے۔ اور کبھی کبھی عزیزم مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھی جاتے
رہیں۔ اور اپنے احوال ان کے سمع مبارک تک پہنچانا بھی ان شاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔
اسی پر حضرت تھانویؒ نے فائدہ کے تحت فرمایا ہے۔

یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ و ریاضت سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی
ہو وہ ظاہری اسباب معیشت کو ترک نہ کرے ورنہ نفس کو تشویش و بدگمانی قضائے
الٰہی کے ساتھ پیدا ہوگی اور تشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا، بالخصوص باطن کا
کام جس میں سراسر جمعیت کی ضرورت ہے۔ البتہ جس وقت قلب میں قوت کا اعتماد
علی الحق پیدا ہو جائے تو ترک اسباب جائز ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے جب
تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا استقلال نہ کر لے اور شیخ کی بھی اجازت

ضرور جانا ہے۔ الخ

اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے۔ اس لئے کہ تاجر اپنے وقت کا حاکم ہوتا ہے وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ وغیرہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات و احادیث ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت تیار کی ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں ان کے علاوہ احادیث میں ہے۔

التَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

سچا امانتدار تاجر قیامت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(رواہ الترمذی، ترغیب)

نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

ان اطيب الكسب كسب التجار الذين اذا حدثوا لم يكذبوا واذا ائتمنوا لم يخونوا واذا وعدوا لم يخلفوا واذا اشتروا لم يذموا واذا باعوا لم يطروا واذا كان عليهم لم يمطلوا واذا كان لهم لم يعسروا

(ترغیب [illegible])

بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے، اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دے دے اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے تاکہ زیادہ قیمت ملے، اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال

مشغول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے
ذمہ نکلتا ہے تو وصول کرنے میں تنگ نہیں
کرتے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم التاجر الصدوق
تحت ظل العرش یوم القیامۃ۔
(رواہ الاصبہانی وغیرہ ترغیب ص[illegible])

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت
میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم قال ان التاجر
اذا کان فیہ اربع خصال طاب
کسبہ اذا اشتری لم یذم واذا
باع لم یمدح ولم یدلس فی البیع
ولم یحلف فیما بین ذلک۔
(رواہ الاصبہانی ایضاً ترغیب ص[illegible])

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار
باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہوجاتی
ہے۔ جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ
کرے اور بیچے تو اپنی چیز کی بہت زیادہ
تعریف نہ کرے۔ اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے
اور خرید و فروخت میں قسم نہ کھائے۔

وعن حکیم بن حزام رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال البیعان
بالخیار ما لم یتفرقا فان صدقا
البیعان وبینا بورک لہما فی بیعہما
وان کتما وکذبا فعسی ان یربحا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خرید و فروخت
کرنے والے کو بیع توڑنے کا حق ہے
جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اگر بائع
و مشتری سچ بولیں اور مال اور قیمت

ربحا ويمحقا بركة بيعهما (رواه البخاري ومسلم، الترغيب ج٢)

کے عیب اور کھرے کھوٹے ہونے کو بیان کر دیں تو ان کے بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹ اوصاف بتادیں تو شاید کچھ نفع کما لیں لیکن بیع کی برکت ختم کر دیتے ہیں۔

واخرج سعيد بن منصور في سننه عن نعيم بن عبد الرحمن الازدي ويحيى بن جابر الطائي مرسلاً قال المناوي رجاله ثقات تسعة اعشار الرزق في التجارة والعشر في المواشي يعني النتاج۔

(التراتيب الادارية ص...)

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نعیم بن عبد الرحمٰن الازدی اور یحییٰ بن جابر سے مرسلاً نقل کی ہے۔ نو حصے رزق کی تجارت میں ہے اور ایک حصہ جانوروں کی پیداوار میں ہے۔

واخرج الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عليكم بالتجار خيرا فانهم بُرُد الآفاق وامناء الله في الارض۔

(التراتيب الادارية ص...)

دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ ڈاکیے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

وفي العتبية قال مالك قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه عليكم بالتجارة لا تفتنكم هذه الحمراء على دنياكم۔

(التراتيب الادارية ص...)

عتبیہ میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجارت کو ضروری سمجھو، یہ سرخ لوگ (یعنی عجمی غلام) تمہاری دنیا پہ احسان نہ جتلائیں۔

فائدہ: حضرت امام اشہب مالکیؒ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ تجارت کرتے تھے اور عرب لوگ تجارت کو حقیر سمجھتے تھے۔ اور سرخ لوگوں سے مراد عجمی غلام

تھے جو عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

اور المدخل لابن حاج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عموماً تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس ہیں۔ یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے یہ بات بیان کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کی وجہ سے تجارت کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو تمہارے مرد ان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کے محتاج ہو جائیں گے۔

علامہ عبد الحی کتانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی فراست اس امت کے بارے میں بالکل سچی ہوئی کیونکہ جب اس امت نے شرعی طریقے سے تجارت کو چھوڑ دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کر لیا اور امت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہو گئی۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں دوسروں کے محتاج ہو گئے۔ (التراتیب الاداریہ)

اسی کتاب میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ترمذی کا ایک مستقل باب التبکیر بالتجارۃ کا باندھا ہے یعنی صبح سویرے تجارت شروع کرنا۔ اور اسی باب میں حضرت صخر غامدیؓ کی حدیث نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اللّٰھم بارک لامتی فی بکورھا۔ (اے اللہ میری امت کے صبح سویرے کام کرنے میں برکت دے) اور حضرت صخرؓ نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، اور یہ حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے اور جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لئے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے چنانچہ خوب نفع ہوا۔ اور مال بہت بڑھا۔

عن سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول

حضرت سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من باع عقاراً او داراً ولم یجعل ثمنها فی مثلها لم یبارک له۔
(ابن ماجہ، الترغیب للمنذری ج۲)

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے زمین یا کوئی مکان بیچا اور اس کی قیمت کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں لگایا تو اس کے لئے برکت نہیں۔

صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت معروف تھی۔ اصابہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت ایک تاجر کے معروف آدمی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ان کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے ان میں سے غلام آزاد کرتے تھے، مسلمانوں کی خبرگیری کرتے تھے یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ آئے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے، اور موت کے وقت کچھ نہیں چھوڑا اور تاریخ ابن عساکر میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی ہی میں شہر بُصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلق خصوصی بھی سفر تجارت سے مانع نہ ہوا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو دوسرے دن صبح کو تجارت کی غرض سے سر پر کپڑے اُٹھائے ہوئے بازار کی طرف نکلے، اس موقع پر حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کام کیسے کریں گے حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری آپ پر ڈالدی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے روزینہ مقرر کر دیں گے، لہٰذا انہوں نے ایک بکری کی قیمت کا کچھ حصہ مقرر کر دیا۔ ابن زکری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مصالح مسلمین میں مشغول ہو مثلاً قاضی، مفتی، مدرس، ان کا بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تجارت کرتے تھے۔ بعض احادیث جو انہیں نہ معلوم ہو سکیں ان کے بارے میں انہوں نے خود فرمایا الھانی الصفق

فی الاسواق۔ (مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے بعض باتیں معلوم نہ ہو سکیں) متعدد محدثین نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کر رہا ہوں، یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ تمام مواقع سے بہتر ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تاجر تھے۔ ان کا تاجر ہونا تو بہت زیادہ مشہور رہا ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں تاجر رہے (ازالۃ الخفاء عن التراتیب الادریہ) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے جب چندہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ پیش کئے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفی) لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ان کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے ہوئے یہ فرمایا۔ آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا۔ دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔ دوسری جگہ صحیح میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔

تراتیب الادریہ میں تاجرین کی فہرست میں حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی بھی لکھا ہے۔ ان کا تاجر ہونا اور شام کی طرف سامان تجارت کے لئے مال دیگر لوگوں کو بھیجنا معروف و مشہور ہے۔ انہوں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مال دیکر تجارت کے لئے بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوسروں کو جو نفع کا حصہ دیتی ہوں، آپ کو اس کا دوگنا دوں گی، آپ شام تشریف لے گئے اور بصریٰ شہر کے بازار میں ان کا مال فروخت فرمایا۔ اور دوسرا مال خرید کر واپس تشریف لائے، حضرت خدیجہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو دوگنا نفع ہو جاتا اور لوگوں کی تجارت سے ہوتا تھا۔ پھر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کا بھی دوگنا دیا تھا۔

حضرت زبیر بن العوام ؓ بھی تاجر تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تجارت میں بہت زیادہ کیا تو فرمایا کہ میں نے کبھی عیب دار چیز نہیں خریدی، اور نفع کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور اللہ جسکو چاہے برکت دے۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر ؓ کے ہزار غلام تھے جو روزانہ ان کی خدمت میں کمائی کا ایک معتد حصہ پیش کرتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد الرحمٰن کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ (مواخات) کر دی۔ سعد بن ربیع نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں۔ لہٰذا میں اپنا آدھا مال تم کو دیدیتا ہوں۔ اور میری دو بیویاں ہیں تمہارا جی جسے ان میں سے ایک جس کو تم چاہو طلاق دیدیتا ہوں جب اس کی عدت گذر جائے تو تم نکاح کر لینا میں نے کہا بارک اللہ لک فی اہلک ومالک۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت دے) اس پیشکش کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو بازار کا راستہ بتا دو جہاں کاروبار ہوتا ہو چنانچہ بنو قینقاع کا بازار بتا دیا گیا۔ وہاں انہوں نے پہلے ہی دن تجارت کی اور اسی دن نفع میں بہت سا پنیر اور گھی بچا کر لے گئے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔ تھوڑا ہی سا وقت گذرا تھا کہ انہوں نے شادی بھی کر لی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے کپڑوں پر ذرا سا پیلے رنگ کا اثر تھا (جو بیوی کے کپڑے سے لگ گیا تھا) آپ نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ فرمایا تم نے مہر میں اس کو کیا دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری ہو۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال دیا کہ جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کو مرض الموت میں جب طلاق

دی تو بطور مصالحت کل مال کے آٹھویں حصہ کا ربع اس کو دیا تو ۸۴ ہزار تھا۔
(تراتیب الاداریہ صفحہ ۲۴)

اپنے کثیر المال ہونے کے باعث فیاضی میں بہت تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابو سلمہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور وجہ اس دعا دینے کی یہ تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک باغ دیا تھا جو بعد میں چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔ (مشکوٰۃ صفحہ)

تراتیب الاداریہ میں حضرت سعد بن عائذ موذن کی تجارت کا بھی ذکر ہے۔ یہ حضرت عمار بن یاسر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اصابہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ قرظ کی تجارت کرتے تھے یہ ایک خاص قسم کے پتے تھے جس سے کچی کھالوں کو رنگا جاتا تھا اسی تجارت کی وجہ سے ان کا لقب سعد القرظ پڑ گیا تھا امام بغوی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی آپ نے ان کو تجارت کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بازار گئے اور تھوڑی سی قرظ خریدی پھر اسے فروخت کیا جس میں نفع ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسی کا اہتمام کرتے رہو۔

نیز تراتیب الاداریہ میں ابو معلق انصاری کا تذکرہ بھی تاجروں کی فہرست میں کیا ہے وہ اپنا مال اور دوسروں کا مال لے کر تجارت کرتے تھے اور دور دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے اور اس کے باوجود عبادت گزار، پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور حضرت سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہؓ کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار واقیہ تھی اور ایک واقیہ ایک دینار کے ہم وزن ہوتا ہے۔ (تراتیب الاداریہ صفحہ)

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا پھرتا ہے اور انصار و مہاجرین

اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی مشغولی (یعنی
تجارت کی) رہتی اور میں صرف پیٹ بھرائی سے روٹی پر (اللہ کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی) حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹا رہتا تھا۔ لہٰذا جب وہ غائب ہوتے تو تب
بھی میں حاضر رہتا اور میں منجملہ مساکین یا اہل صفہ کے ایک مسکین تھا۔ (کوئی جائداد
بھی کوئی نہیں جس میں مشغول ہوتی) اس لئے میں یاد رکھتا تھا جبکہ وہ بھول جاتے
تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک گفتگو کے
دوران فرمایا کہ جو کوئی میری اس گفتگو کے دوران اپنا کپڑا پھیلائے اور گفتگو ختم
ہونے کے بعد کپڑے کو لپیٹ لے تو وہ میری بات کو محفوظ کرے گا۔ تو میں نے اپنی
چادر پھیلادی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات پوری فرمالی
تو اس چادر کو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ پھر کوئی بات میرے حافظے سے نہیں نکلی۔ (بخاری ج ص)
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے جس کی تفصیل ترتیب
الاداریہ میں ہے اس میں مختلف ابواب کے تحت صحابہ کا مختلف انواع تجارت کا ذکر کیا ہے۔

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں
آیا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے پھر اس میں سے
کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور مسلم
کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ
چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص)
اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے کیونکہ اگر زراعت نہ کی جائے
تو کھائیں گے کہاں سے۔
زراعت کی فضیلت قرآن پاک میں کئی جگہ سے آئی ہے اور بطور احسان کے
اللہ جل شانہ نے کئی جگہ آسمان سے پانی برسانے کا ذکر کیا ہے تاکہ کھیتی کی جائے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۔ (الآیۃ)

(پ سورۃ انعام)

اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر چیز کے پودے اگائے پھر ہم نے اس سے سبزہ نکالی اس کے ذریعہ غلوں کے دانے نکالے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی ، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے ۔ اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے

(ترجمہ شیخ الهند)

اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں کھیتوں اور باغوں کے پیدا کرنے پر جن میں احسان جتایا ہے ۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہے۔

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ ۔

اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں ، سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے ، قبول کرنے والا ۔

(ترجمہ شیخ الهند)

امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے زمین کو آباد کرنے کا وجوب مستنبط ہوتا ہے خواہ کھیتی سے ہو خواہ باغ لگا کر خواہ عمارتیں بنا کر اور صدقہ جاریہ کے سلسلہ میں جہاں اور کئی چیزیں وارد ہوئی ہیں ان میں یہ الفاظ بھی ہیں "او غرس غرسا" یعنی کوئی شخص پودا لگا دے اور اس سے نفع ہوتا رہے تو اس کے بھی مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا ۔ (الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ماجہ)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وسلم قال ان قامت الساعة وفي يد احدكم فسيلة فان استطاع ان لا تقوم حتى يغرسها فليغرسها (الاحاديث الصحيحة ص)

نے فرمایا کہ اگر قیامت آجائے اور تمہارے میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو۔ جس کو لگا رہا ہو تو اگر وہ اس پر قادر ہو کہ قیام قیامت سے پہلے پہلے اس کو لگا دے تو ایسا ضرور کرلے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

عن معاوية بن قرة قال لقي عمر بن الخطاب ناسا من اهل اليمن فقال من انتم فقالوا نحن المتوكلون قال كذبتم ما انتم متوكلون انما المتوكل رجل القى حبه في الارض وتوكل على الله تخريجه للحاكم وابن ابي الدنيا في التوكل والعسكري في الامثال والدينوري في المجالسة (الترغيب والترهيب ص)

حضرت معاویہ بن قرہ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کی یمن کے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں یعنی کوئی کام نہیں کرتے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو دعوی توکل میں حقیقت میں توکل کرنے والا تو وہ آدمی ہے جس نے دانہ زمین میں ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

المعولیات پر ایک روایت سے اشکال ہوتا ہے جو حضرت ابو امامہؓ سے بخاری میں نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابو امامہؓ نے کسی کے پاس ہل اور زراعت کے کچھ آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیز داخل ہوتی ہے وہ ذلت بھی داخل کر دیتی ہے (مشکوٰۃ باب المزارعۃ)

لامع الدراری میں لکھا ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اس پر محمول ہیں کہ کسی نے خراجی زمین کی زراعت کی ہو اور اس کا خراج ادا کرتا ہو تو یہ بھی ذلت کی چیز ہے یا اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ دین و دنیا میں ذلیل ہونا پڑے۔ اور اسی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تحویل بہت سے شراح نے کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ یہ تو

ابونعیم میں ہے کہ۔ الا ادخلوا علی انفسھم ذلاً لا یخرج عنھم الی یوم القیامۃ اور اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو حکام ان سے وصول کرتے ہیں۔ اور کھیتی کرنا پہلے ذمیوں کے ذمہ تھا اسی واسطے صحابہؓ کھیتی میں مشغول ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ اخبار عن المغیبات میں سے ہے کیونکہ آج کل یہ امر مشاہد ہے کہ زیادہ تر ظلم کھیتی کرنے والوں ہی پر ہوتا ہے۔ اور امام بخاری نے دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس طرح پر کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ انجام کار ذلت ہے اور وہ اس طرح پر کہ کھیتی میں اتنا مشغول ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جن چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے ان کو بھی ضائع کر دے یا ضائع تو نہ کرے مگر اس میں حد سے تجاوز کر جائے اور دوسرا یہ ہے کہ حضرت ابو امامہؓ کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ آدمی خود کھیتی کرے۔ لیکن اگر اس کے پاس بہت سے مزدور ہوں جو یہ کام کرتے ہوں تو یہ مراد نہیں۔ اور داؤدی سے نقل کیا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دشمن کے قریب رہتا ہو۔ وہ اگر کھیتی میں مشغول ہو جائے گا تو دشمن اس پر غالب آ جائیں گے۔

باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے مزارعت اور چیز ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں بہت ضروری ہے جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک [illegible] باب کراء الارض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے۔ اور شرعی حدود کی رعایت انہی کھیتوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ میں ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائیگا وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ سب سے پہلے ایک شہید کو لایا جائیگا۔ اس کو تمام نعمتیں (جو اس پر کی گئیں) پہچنوائی جائیں گی وہ پہچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان کے مقابلہ میں تو نے کیا عمل کیا، وہ کہے گا کہ تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے

جھوٹ بولا۔ تو نے صرف اس لئے قتال کیا تاکہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے وہ کہا جا چکا پھر اللہ تعالٰی حکم دیں گے اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔

پھر دوسرا آدمی ایک عالم لایا جائیگا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پاک پڑھا ہوگا اس پر اللہ تعالٰی ساری نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالٰی فرمائیں گے ان نعمتوں کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالٰی فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ ہاں علم اس واسطے پڑھا تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس واسطے پڑھا تاکہ لوگ قاری کہیں وہ کہا جا چکا۔ پھر اللہ تعالٰی حکم دیں گے تو اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

پھر تیسرا شخص مالدار لایا جائیگا جس کو اللہ تعالٰی نے مختلف اقسام کے وافر مقدار میں مال دیا ہوگا۔ اللہ تعالٰی تمام نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا اللہ تعالٰی فرمائیں گے ان کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا موقع جس میں مال کا خرچ کرنا آپ کو پسند ہو نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالٰی فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ ہاں تو نے صرف اس واسطے کیا تاکہ کہا جائے کہ بڑا سخی ہے تو وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم دیا جائیگا اور اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صفحہ)

حالانکہ علم جیسی اہم چیز اور شہادت و سخاوت تینوں چیزیں بہت اہم ہیں مگر نیت کے فساد سے جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

بیع اور تجارت کے بارے میں باوجود ان ساری فضیلتوں کے جو اوپر گذریں اگر سود شامل کر دیا جائے تو ثواب کے بجائے کس قدر سخت عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ شہادت اور علم کی فضیلت مسلم اور کتنی آیات و روایات ان کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں مگر نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والا سب سے پہلا طبقہ بھی وہی ہے۔ اجارہ کے بھی فضائل گذر چکے ہیں مگر اوقات اجارہ میں اگر کچھ کوتاہی

ہو تو رہائی جان ہے۔

حضرت مولانا مظہر صاحبؒ نانوتوی کے متعلق مشہور ہے کہ اگر اوقات مدرسہ میں کوئی شخص ذاتی کام کے لئے آجاتا تو حضرت جیب سے گھڑی دیکھ لیتا اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ گھڑی دیکھ کر جتنے منٹ اس میں خرچ ہوتے نوٹ کر لیتے اور آخر ماہ میں سب جمع کر کے تنخواہ میں سے وضع کرا دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا معمول ان کی سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ منشی ممتاز علی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور مولوی صاحب (مولانا نانوتویؒ) کو پرانی دوستی کے سبب بلالیا۔ ادبی تصحیح کی خدمت تھی۔ یہ کام برائے نام تھا۔ مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود منشی ممتاز علی صاحب مالک مطبع کی جانب سے کسی قسم کا کوئی تقاضہ آپ کے کام کے متعلق نہیں تھا بلکہ حضرت والا کے قیام ہی کو کافی معاوضہ وہ خیال کرتے تھے۔ یہ منشی صاحب کی شرافت اور علمی قدردانی تھی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں خود حضرت والا کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس کتنا زندہ اور کتنا بیدار تھا کہ سامنے کے کاموں پر خود فرماتے ہیں کہ مطبع کا کام مقدم ہے۔ اور گو کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن متواتر دیوبندی حلقہ کے علماء میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت نانوتوی مطبع میں تصحیح کا کام جب کیا کرتے تھے تو کام کا جو وقت تھا اگر ٹھیک اس وقت تک کسی وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی خواہ منٹ دو منٹ کی تاخیر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو فوراً نوٹ کر لیتے۔ درمیان میں اگر دن ہی اسی قسم کا عذر پیش آجاتا تو یہی کرتے اور مہینہ جب ختم ہوتا تو مہینہ بھر کے ان منٹوں کی میزان دی جاتی اور تنخواہ کو گھنٹوں کے حساب پر بٹھا کر اتنی تنخواہ یا معاوضہ کے کٹوا لینے پر اصرار فرمایا جاتا۔ آخر جب خود فرماتے ہیں "از بہر مقدم کار مطبع است" تو آپ کے طرز عمل سے کیوں تعجب کیا جائے۔

میرے حضرت مرشدی سہارنپوریؒ کا قصہ مشہور ہے اور میرے کئی رسالوں

میں مفصل آچکا ہے اور اس رسالہ میں بھی صفحہ ۵۲ میں گزر چکا ہے کہ ۲۲ھ میں
جب سفر حجاز کے یکسالہ قیام کے بعد واپسی ہوئی اور ابھی میرے والد صاحب کے
انتقال کا تار پہنچا تو مدرسہ میں تنخواہ لینے سے انکار فرما دیا اور یہ فرمایا کہ میں اپنے
ضعف اور پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا لیکن اب
تک مولانا یحییٰ صاحب میری نیابت میں دو دو کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں
لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس
سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کا پورا
کام بخوبی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔ اس پر حضرت اقدس
شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں بالآخر تدریس کی
تنخواہ موقوف ہو کر نظامت کی تنخواہ تجویز ہوئی۔

الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے کہ حضرت مدنیؒ جتنے دن پڑھاتے تھے
اس کے علاوہ ایک دن کی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ تھا، بارہا ایسا ہوا کہ سفر مدرسہ کے سلسلہ
میں کیا مگر تنخواہ صرف ایام تعلیم ہی کی لی۔ آخری بیماری میں ایک ماہ کی رخصت
بیماری کا قانونی حق تھا لیکن رخصت نہیں لی۔ اور اس ایک ماہ کی تنخواہ دارالعلوم
کی طرف سے بھیجی گئی تو یہ فرما کر واپس کر دی کہ میں نے پڑھایا ہی نہیں تو تنخواہ کیسی
آپ کی وفات کے بعد اس رقم کو لیکر مہتمم صاحب آپ کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ
کی اہلیہ سے عرض کیا کہ شرعاً یہ پیسہ لینا حلال ہے، حق ہے۔ حضرت نے تو زہد و تقویٰ کی وجہ
سے نہیں لیا تھا آپ فرمائیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ انہوں نے شکریہ کے ساتھ
رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا میں
کیسے پسند کر سکتی ہوں۔ حضرتؒ نے جب ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم کی صدارت منظور
فرمائی تھی اس وقت چند شرطیں پیش کی تھیں جو دارالعلوم کی شوریٰ نے منظور کی
تھیں ان میں شرط ۸ یہ تھی کہ معمولات میری خدمات تعلیمیہ کے ہوں ان کی جگہ
میں جو کچھ تقصیر ہو اس پر حساب کر کے تنخواہ کاٹ لی جائے۔" (مکتوبات مرتبہ جناب

افضال الٰہی دیوبندی میں لکھا ہے کہ حضرتؒ نے معروضی المجہ ۱۳۳۲ھ میں جب م
جناب مہتمم صاحب ایک درخواست پیش کی جس پر یہ تحریر فرمایا کہ "آنجناب میری
تنخواہ میں سے تمام ایام غیبوبت کی تنخواہ حسب قاعدہ وضع فرمالیا کریں بلکہ وہ
ایام بھی موضوع میں شمار کرلیا کریں جن کو میری شروط میں اعتبار کرنا قرار دیا
گیا ہے۔"

زراعت کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
مشکوٰۃ ص۲۵۴ میں نقل کیا ہے۔

عن سعید بن زیدؓ قال	حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ نبی
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
علیہ وآلہ وسلم من اخذ شبراً	فرمایا کہ جو کوئی ایک بالشت زمین بھی
من الارض ظلماً فانہ یطوقہ	ظلم سے لے لے تو قیامت کے دن ساتوں
یوم القیامۃ من سبع ارضین۔	زمینوں کا یہ ٹکڑا طوق بنا کر اس کے گلے
(متفق علیہ)	میں ڈال دیا جائے گا۔

ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے اندر ہر عمل میں شریعت
مطہرہ کی رعایت ضروری ہے جس کو احیاء العلوم ص۲ میں مستقل باب کے تحت
بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

بیع اور شراء کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب
ہے جو اس شغل میں لگا ہوا ہو کیونکہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور
اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہے۔ مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل
کی حاجت ہو اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس
مسئلہ کے احکام جان لیگا تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائیگا
لہٰذا اس سے بچیگا اور ایسے شاذ و نادر مسائل جو باعث اشکال ہوں گے ان کے
ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کرکے علم حاصل کرنے تک توقف کریگا کیونکہ

جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو
اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر
کے اس کو جانوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم حاصل نہیں کرتا۔ اس
وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آ جائے۔ جب کوئی واقعہ
پیش آئے گا تو معلوم کر لوں گا۔ تو یہ اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ جب
تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا تجھے
کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیے۔ جسے اجمالی علم بھی
نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا۔ لہٰذا علم تجارت
سے اولاً استفادہ کرنا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل
سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے اور کس میں خلل ہے

اور التراتیب الاداریہ صفحہ ۲ میں بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ۔
"شروع زمانہ اسلام میں اس وقت تک لوگ بیع و شرا نہیں
کرتے تھے جب تک کہ اس کے احکام اور آداب کو دیکھ لیتے تھے
اور یہ کہ خرید و فروخت میں سودے کیسے ہوں گے"
چنانچہ اس باب کے تحت آگے تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی نے "الرسالہ" میں اور امام غزالیؒ نے "احیاء العلوم" میں
اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی مکلف کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی معاملہ
پر اقدام کرے یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس میں کیا ہے
اور امام قرافی مالکیؒ نے "کتاب الفروق" میں فرمایا ہے کہ جو خرید و فروخت
کا کام کرے اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ یہ سیکھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ
نے کیا چیز مشروع فرمائی ہے اور جو اجارہ داری کرے اس کے ذمہ یہ واجب
ہے کہ اجارہ کے احکام کو جانے اور جو قرض کے لین دین کا معاملہ کرے
اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو

سیکھے اور جو نماز پڑھے اس کے ذمہ اس نماز کے احکام جاننے ضروری
ہیں۔ اور اس قاعدہ پر قرآن کی وہ آیت دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے
حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا ہے۔ انی اعوذ
بک ان اسألک ما لیس لی بہ علم۔ یعنی جس سوال کے جواز کا علم
نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس
بات پر عتاب کیا گیا کہ وہ اپنے لڑکے کے بارے میں سوال کر بیٹھے کہ (طوفان
کے وقت) اس کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں لے لیں (تاکہ وہ غرقابی سے بچا
رہے) اور یہ بات پہلے نہ معلوم کرسکے کہ یہ طلب ٹھیک بھی ہے یا نہیں
تو اللہ تعالیٰ کا یہ عتاب اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جواب دونوں اس
بات پر دال ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق جواز وعدم
جواز اور متعلقہ احکام کا جاننا ضروری ہے۔ دوسری آیت میں ہے ولا تقف
ما لیس لک بہ علم۔ (جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد نہ کیا کرو
(بیان القرآن)) اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کو غیر معلوم کی اتباع
سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا کسی کام کو شروع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب
تک اس کام کا علم نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا ہر حال میں شرط
ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے طلب
العلم فریضۃ علی کل مسلم۔ (ہر مسلمان پر علم سیکھنا ضروری
ہے) امام شافعی ؒ نے فرمایا ہے کہ طلب علم دو طرح پر ہے۔ ایک فرض عین
دوسرا فرض کفایہ۔ فرض عین تو ہر وہ علم ہے جس سے واسطہ پڑے اور اس
کے علاوہ کا علم فرض کفایہ ہے۔

اور کتاب "الروضۃ المشتبکۃ" میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بھی (جہلاء) لوگ ہمارے بازاروں میں اس وقت تک داخل نہ
ہوں جب تک خرید و فروخت کے احکام نہ جان لیں۔ اور اس کی اصلیت

بھی حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ والہ وسلم کے فعل سے ملتی ہے۔ کیونکہ آپ
بھی ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا اس کے احکام اور ضروریات
سکھایا کرتے تھے۔

اور ہاجی ؒ نے شرح مختصر ابن ابی جمرہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا قول
ہے کہ جو بیع وشراء کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کے لئے خرید و فروخت کا۔
معاملہ کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں اور یہ کہ جو یہ کرنا چاہے اس پر بہت
ضروری ہے کہ پہلے اس کے احکام کو سیکھے اور اس پر اجماع بھی نقل کیا
ہے، اور یہی امام مالک ؒ نے کتاب القراض میں فرمایا ہے۔ اور مدونہ
میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک لین دین کا معاملہ کرنا اس شخص کے لئے
درست نہیں جو (اپنی جہالت کی وجہ سے) حرام کو حلال کرے یا حلال حرام
میں تمیز ہی نہ کرتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور حضرت عمرؓ
سے مروی ہے کہ ایک شخص کو انہوں نے یہ کہکر بازار بھیجا کہ جو خرید و فروخت
کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکالدے اور مدخل ابن الحاج ؒ
میں ہے کہ کبھی کبھی حضرت عمرؓ اس کو کوڑے بھی لگایا کرتے تھے جو احکام
جانے بغیر خرید و فروخت کرنے بیٹھ جاتا اور فرماتے ہمارے بازاروں،
میں وہ شخص نہ بیٹھا کرے جو سود کو نہ جانتا ہو، امام مالک ؒ نے بھی اس
شخص کو بازار سے نکلوا دینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام کو نہ جانتا ہو تاکہ (اپنی
مسائل سے جہالت کی وجہ سے) لوگوں کو سود نہ کھلادے، اور میں نے سیدی
ابو محمد سے سنا کہ ان کے زمانہ میں محتسب دوار وغیرہا تاجروں پر جاتا اور ہر ایک
دوکان پر ٹھہرتا اور دوکاندار سے اس کے متعلقہ مسائل پوچھتا کہ کس طرح
کرنے سے سود ہوجائے گا۔ اور کیسے سودی کام سے بچے گا۔ اگر وہ صحیح
صحیح جواب دے دیتا تو اس کو چھوڑ دیتا اور جو ان احکام میں سے کسی سے بھی
لاعلمی کا اظہار کرتا اس کو نکال دیتا اور کہتا کہ تمہارے لئے مسلمانوں کے بازار

میں بیٹھنا جائز نہیں تم لوگوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلاتے ہو۔ اور ابو طالب مکی کی "قوت القلوب" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں گشت کرتے اور بعض تاجروں کو احکام نہ جاننے کی وجہ سے جب کہ پہلے گذرا، کوڑے بھی لگاتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف احکام بیع جاننے والے ہی خرید و فروخت کریں ورنہ خواہ مخواہ سود کھا ہی لیں گے۔

اور "کنز العمال" میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید و فروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

اور "تنبیہ المغترین" میں لکھا ہے حضرت امام مالکؒ حکام کو فرماتے تو وہ تاجروں اور بازاری لوگوں کو حضرت امام کے سامنے پیش کرتے۔ امام صاحب ان سے سوالات کرتے۔ اگر کوئی ایسا شخص ان میں سے پاتے جو احکام معاملات کی سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو۔ اور حلال و حرام میں تمیز نہ کرنے والا ہو تو اس کو بازار سے نکلوا دیتے اور اس کو فرماتے کہ (پہلے) خرید و فروخت سے متعلق مسائل کو سیکھو پھر بازار میں بیٹھو۔ کیونکہ اگر مسائل سے ناواقف ہوگا تو سود کھائے گا۔

علامہ زرقانیؒ نے شرح مختصر میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ تاجروں کی شہادت کسی معاملہ میں اس وقت تک مقبول و جائز نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید و فروخت کے مسائل کو نہ سیکھ لیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع و شراء کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے۔ اور کیا نہیں۔

اور فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک بیوع سے متعلق مسائل کو زبانی یاد نہ کرلے

اور پہلے زمانہ میں تجار جب سفر کرتے تھے (اور خود مسائل سے ناواقف ہوتے تھے) تو اپنے ساتھ کسی فقیہ کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ اس سے مسائل پوچھتے رہیں۔ الخ

حضرت امام محمدؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقویٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھدی ہے ان مسائل کا خیال کرکے جب کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا اور ناجائز سے بچے گا تو متقی ہوگا۔ اس کا کسب حلال ہوگا اور عمل اچھا ہوگا۔ (بلوغ الامنات صفحہ)

حضرت تھانویؒ نے ان معاملات میں ایک رسالہ "صفائی معاملات" کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں تجارت کی بہت جزئیات الگ لکھی ہیں اس کو مطالعہ میں رکھنا بہت مفید ہے اس کے آخر میں لکھا ہے۔

"تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم توجہی کا گلہ رسالہ ہذا کے خطبہ میں عرض کیا گیا ہے۔ آخر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کہ اکل حلال ہے۔ بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کو جتانا مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعرہ مثنوی معنوی" اور پندرہ شعر "نان وحلوہ" کے جو اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت و توجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ۔ مسند احمد، شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے جو ارشادات روایت کئے گئے ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے۔ اور ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر دس درہم کی

پوشاک میں ایک درہم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے نماز مقبول نہیں ہوتی۔ اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہوتا اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو اور جو مرنے کے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لیجانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے۔ اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا۔ بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔
حضرت تھانوی نے "تان و حلوہ" کے اشعار لکھ کر ان کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔

"اشعار میں حلال غذا کے جو خواص مذکور ہوئے ہیں۔ نور کمال علم حکمت، عشق، خیالات نیک، ہمت، حضوری قلب۔
اور حرام غذا کے یہ آثار ہیں۔ دوری از دین، سلب نور عرفان، غلبۂ نفس، کم ہمتی در طاعت، بربادی دین۔
اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی بُرائی سے بچنے کا بتلایا ہے، وہ قناعت ہے اور اپنی خوراک و پوشاک اور اخراجات میں سادگی و اختصار کرنا ہے اور تکلفات و آرائش و نمائش کو ترک کرنا پس لازم ہے کہ وہ خیالات و آثار مذکورہ پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکورہ علاج کریں۔"
مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "جواہر الفقہ" کے مجموعہ میں ایک رسالہ "ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ" کی تمہید لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تو یہ واضح ہو گیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان اور غلط ہے۔ جو کچھ تنگی و دشواری ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال و حرام میں کوئی فرق نہیں۔ ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر کے ساتھ حلال ہو سکتا تھا اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ خیال ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو مگر حلال

روزی حاصل کرنے والے کے لئے دشواریاں تو بہرحال پیدا ہو گئیں وہ ایسی
صورت میں کیا کرے۔ سو جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی چندروزہ
راحت یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور
مصائب جھیلتا ہے اگر آخرت کی دائمی حیات اور غیر فانی نعمتوں کے لئے اپنے
مالک کو راضی کرنے کے لئے بھی کچھ مشقت اٹھائے تو کوئی بڑی بات نہیں
بالخصوص جبکہ مشقت اٹھا کر حلال روزی حاصل کرنے کی صورت میں اس کا
اجر و ثواب بھی بہت بڑھ جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے
دوسرے حق تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضاجوئی کی فکر
میں لگتا ہے وہ اس کے لئے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں
قال اللہ تعالیٰ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔
یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے
ضرور دکھائیں گے۔ اور اس کا مشاہدہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ
میں جس قدر معاملات باطلہ اور فاسدہ پیش آتے ہیں یا جو مجبوریاں کاروبار
میں پیش آتی ہیں ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور
حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر بتلائی جائے تو یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ
سارے معاملات فاسدہ میں جواز کی صورتیں نکل آویں گی لیکن یہ امید
قوی ہے کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان
تغیر کر دینے سے جواز و حلت کی صورتیں پیدا ہو جاویں گی۔ اور جو کام وہ حرام
کرتے ہیں حلال کر کے کر سکیں گے۔ لیکن کسی کو حلال کی فکر ہی نہ ہو تو اس کا
کیا علاج ہے۔ (جواھر الفقہ ص)

میں اپنی کتاب "اکابر علماء دیوبند" میں لکھوا چکا ہوں کہ میری
عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور
منتقل ہوا تو میرے والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں مدرسہ

میں رہتے اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گزارتے اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسے کے قریب موچیوں کی مسجد میں گزارتے ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موچیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرما تھے اور دو تین ولایتی، طالب علم کنویں پر کھڑے ہوئے دائم کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے۔ ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا تھا۔ مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ وہ کہنے لگے حضرت جی! یہ اسراف نہیں؟ میرے والد صاحب نے فرمایا تمہارے لئے اسراف ہے میرے لئے نہیں، انہوں نے کہا یہ کیا بات؟ والد صاحب نے فرمایا تو بھا ہل اور میں مولوی! حافظ جی نے کہا یہ تو وہی بات ہو گئی جو لوگ کہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کر لیں، میرے والد صاحب نے کہا کہ میں تو اس فقرہ پر خواہ مخواہ شرمندہ ہوں۔ وہی کام تم اگر کرو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہو گا۔ اور مولوی اسی کام کو جائز کر کے کرے گا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

میرے والد صاحب کا عام مقولہ تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص، وکلاء یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے چھ گھنٹے دیدیں تو میں انہیں مولوی بنا دوں اور یہ تحریکی فقرہ نہیں تھا بلکہ ان کے نصاب کے پڑھے، ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ کے اس سے بھی کم وقت میں اچھے خاصے مولوی ہو گئے۔ وہ ۲۴ گھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے مانگتے تو اور ان دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کر دیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ۔ اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولوی منفعت علی صاحب جو بعد میں مسلم لیگ

سہارنپور کے صدر ہوئے اور حضرت تھانوی کے مجاز صحبت بھی ہو گئے تھے اسی کالج کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے اکمال الشیم کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرز تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ حافظ مقبول جتنا اصرار کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو مولوی ہو جاؤ گے۔ اس وقت تو یہ اسراف والا واقعہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربوا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث پڑھی جس میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے جو بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا خریدلی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہائے ہائے یہ تو عین سود ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ایسا کبھی نہ کیجیو۔ اگر ایسا کرنا چاہو تو ردی کھجوروں کو فروخت کر دو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خریدلو۔ اس وقت مجھے مونچھوں کی مسجد کے ڈول یاد آگئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تمر کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربوا ہے لیکن جو ترکیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان سے کا دھی خرید لو۔ بات تو ایک ہی رہی کہ جاہل آدمی اگر دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ خریدے گا تو عین ربوا ہوگا اور مولوی گھٹیا دو صاع کھجوروں کو ایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خریدلے تو یہ ربوا نہیں رہا۔ دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو صاع گھٹیا کھجوروں

سے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو ترکیب بتلا دی اس سے فوراً سے تغیر سے ربوا ہونے سے نکل گیا

ہمارے مدرسہ کے مہتمم اول حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے ان کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے بلکہ خود بہ نفس نفیس گھر کو جاتے وقت فروخت کیا کرتے تھے۔ اور جیرتنام ایک بہت بڑا صراف تھا اسی سے معاملہ کیا کرتے تھے اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد ہو گیا تھا کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتا تھا جب طلائی زیور فروخت کرتے تو اول اس صراف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید و فروخت کر کے پھر اس کے روپے واپس کر کے چلے آتے وہ بہت غور سے دیکھا کرتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور جب چاندی کے زیور کی خرید و فروخت ہوتی تو اس سے پہلے اشرفیاں قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کر دیتے۔ وہ پوچھتا مولانا صاحب! اس ہیر پھیر میں کیا فائدہ ہوا بات تو ایک ہی رہی تو مہتمم صاحب اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں خاص طریقہ ہے اور اسے سمجھاتے وہ صراف بھی بیع صرف کے مسئلہ میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتا دیا کرتا تھا مگر جب مولوی قسم کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے منع کر دیتا اور جب وہ مولانا صاحب آ جاتے تو وہ صراف کہتا مولانا صاحب ذرا تشریف رکھیے یہ جس طرح خرید رہے ہیں آپ کے مذہب میں ناجائز ہے۔ اکثر مولوی تو یہ لفظ سن کر چکرا جاتے اور بعض جو چلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے ہم واقف ہیں یا تو بہت بوڑھا تھا وہ کہتا مولانا صاحب پہلے تشریف رکھیے خفا نہ ہوئیے میری بات سنیے پھر اسے سمجھاتا کہ آپ کے مذہب میں اس طرح جائز ہے تو وہ بھی سوچ میں پڑ جاتے اور شرما جاتے اس لئے کہ اصل

مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے اور وہ مشرک مسئلہ کا واقف ہوتا تھا۔

معنی کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھجوروں کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ جائز بن جاتا۔ الخ

اس کی مثالیں ملفوظات میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں ان سب کا لکھنا تو بہت طول ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت یا اجارہ ہر چیز میں حلال وحرام کی تفتیش بہت ضروری ہے عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی داں لوگوں کے لئے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کتاب الکبائر علامہ ذہبی کی الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی کی۔ اور احیاء العلوم غزالی کی کتاب الحلال والحرام وغیرہ۔

علامہ ذہبی نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ۔

(۲۸) اٹھائیسواں کبیرہ گناہ حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقے سے ہو۔

امام ذہبی نے اول آیت شریفہ۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل نقل کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کھائے پھر لکھا ہے کہ باطل طریقے سے کھانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو مثلاً غصب، خیانت اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوئے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع پر لے لیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق طریقہ پر گھسے چلے جاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں، جسم غبار آلود ہو، وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہہ کر دعائیں کر رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، اور لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ آپ نے فرمایا اے انس اپنی کمائی حلال رکھو تمہاری دعا قبول ہوگی کیونکہ جو کوئی شخص حرام کا کوئی لقمہ منہ میں لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ ارزاق بانٹ دیئے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے۔ جس سے محبت فرماتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتا مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے سو جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا لیا اور جو کوئی بندہ مال حرام کمائے گا پھر اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ اور اس میں سے صدقہ کرے گا تو قبول نہ ہوگا۔ اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لئے اس کا توشہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ جس نے اس میں سے حلال طریقے پر مال کمایا اور اسے حق کے راستوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا۔ اور جنت عطا فرمائے گا اور

جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا دوسرے طریقہ پر مال کمایا اور اسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خواہش نفس کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔ اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے کمایا اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازے سے داخل کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام ڈالے
حضرت یوسف بن اسباط کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گذار بن جاتا ہے۔ تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی خوراک کہاں سے ہے۔ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقے سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑو اسے اپنے نفس کو عبادت میں تھکاتا ہے۔ اور بیکار محنت کرتا رہے۔ تمہیں اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس کی یہ عبادت حرام کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی۔ اسی مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گذری کہ کھانا پینا لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس پر روزانہ رات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اللہ تعالے اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرماتے گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کردوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کردوں۔

اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ لبیک کہے تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا لبیک معتبر ہے نہ سعدیک، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔

اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم کا کپڑا خریدے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی کوئی نماز مقبول نہیں۔

اور وہب بن وردؒ نے فرمایا کہ اگر تم ستون کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا جب تک تم یہ تحقیق کر لو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جا رہا ہے۔ حلال یا حرام۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہو گیا ہو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کر لے۔

اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جو شخص حرام مال نیک کام میں خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے۔ حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کر سکتا ہے۔ اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے میں) ٹیکس لینے والا

خیانت کرنے والا، چور، ڈاکو، سود لینے والا، دینے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، اور کسی کی چیز مانگنے پر لیکر انکار کر دینے والا، رشوت لینے والا، ناپ تول میں کمی کرنے والا، اور عیب دار چیز کے عیب کو چھپا کر بیچنے والا، جوا کھیلنے والا، جادوگر، نجومی، تصویر بنانے والا، زانیہ عورت، اجرت پر رونے والی عورت، اور وہ دلال جو بائع کی اجازت کے بغیر اپنی اجرت لے اور خریدنے والے کو زائد دام بتائے، اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا۔ یہ سب بھی حرام کھانے والوں کی فہرست میں داخل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے۔ جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ کی طرح سے نیکیاں ہوں گی۔ مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ہباءً منثوراً (کالعدم) کر دیں گے۔ پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نماز پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے۔ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لے لیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کر دیئے۔

اور بعض صالحین سے مروی ہے کہ جب موت کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ انہوں نے کہا اچھا ہی معاملہ ہوا لیکن اتنی بات ہے کہ ایک سوئی کی وجہ سے جنت کے داخلے سے روکا ہوا ہوں۔ یہ سوئی میں نے عاریۃً لی تھی پھر اسے واپس نہ کی۔ الخ۔

علامہ ذہبیؒ آگے ایک اور باب کے تحت فرماتے ہیں۔

"چوالیسواں کبیرہ گناہ ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنا"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ویل للمطففین الآیۃ۔ یعنی ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں لوگوں کے حقوق مارتے ہیں۔ اور جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں۔ اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں تو کمی کرکے دیتے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں" صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ "پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں" کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

① جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔

② اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں محتاجگی (غربت) عام ہوگئی۔

③ اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (زنا) عام ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے۔

④ اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی اللہ تعالیٰ نے خوش حالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا۔

⑤ اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ تعالیٰ نے بھی بارش روک دی۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا۔ والد میرا آپ میں

چھوٹے بڑے تھے) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ میں ان دونوں کو لیکر ایک دوسرے پر مارنے لگا۔ تو اس سے کہا کہ تمہارے اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہو گیا۔ پھر وہ اسی مرض میں مر گیا۔ مطفف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے۔ اس کو مطفف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح سے شئ لطیف یعنی معمولی سی ہی چیز چرا سکتا ہے۔ یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام کھانے کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ویل یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی چلائے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔ بعض سلف کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں کیونکہ یہ مشغول رکھتے ہوئے کوئی کمی بیشی کرنے سے نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔ بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا۔ لیکن اس کی زبان بس کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی جب اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی کیا بات ہے میں تم کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمہاری زبان نہیں چلتی۔ وہ کہنے لگا میری زبان پر ترازو کی ڈنڈی آجاتی ہے۔ جو مجھے بولنے نہیں دیتی۔ میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا۔ اس نے کہا نہیں۔ ہاں اتنی بات تھی کہ میں تولنے لگتا تھا تو ترازو کو درست کرنے کے لئے توقف نہیں کرتا تھا بس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام نہ تھا پھر اس کا کیا حال ہوگا جو کم تولنے والا ہو۔ حضرت نافعؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ سوداگر کے پاس سے گذرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناپ تول پوری کرنے کا اہتمام کر کیونکہ ان دونوں میں کمی کرنے والے میدان قیامت میں اس

حال میں کھڑے کئے جائیں گے کہ ان کا پسینہ نیچے سے لے کر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہوگا اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ کر کپڑا وغیرہ بیچتا ہو جو بیچتے وقت خوب اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا تاکہ ذرا سا بھی زیادہ نہ نکلے۔ اور اپنے لئے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا۔ کہ کچھ زیادہ آجائے بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ایک ناقص دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت چھوڑ دے جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لئے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لئے ہلاکت خریدتا ہو۔

میرا تو دل چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو ذرا تفصیل سے لکھوں مگر مجھ پہ آجکل امراض کا حملہ بہت زیادہ ہے اس واسطے ہر مضمون کو شروع کرتے ہوئے یہ خیال رہا کہ یہ پورا ہو گا بھی یا نہیں۔ اس لئے مجبوراً آج یوم دوشنبہ ۵ صفر ۱۳۹۷ھ کو ختم ہی کر دیا۔ اللہ جل شانہ اس مختصر رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اکل حلال اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سیہ کار کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و نبینا محمد و آلہ و اصحابہ ومن تبعہ الیٰ یوم الدین، آمین

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
دامت برکاتہم مہاجر مدنی

۵ صفر ۱۳۹۷ھ

مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۷۶ء

مدینۃ طیبۃ